امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ سید مطیع الرحمن عوفیؒ
■ متاع بنگالہ (تبصرۂ کتب)
■ علوم اسلامی کے میدان میں......
■ ترکی اور امریکہ کی کش مکش
■ ارتداد کی خاموش لہر اور ہماری ذمہ داریاں
■ اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 47 مورخہ ۲۴؍ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۳؍دسمبر ۲۰۱۸ء روز سوموار

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

سرفہرست

ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ زندگی کے تمام مراحل میں دوسروں سے نمایاں، بلند اور اونچا دکھائی دے، اس کے لیے وہ سب سے اوپر کی منزل کو پسند کرتا ہے، دوسرے نمبر پر جانا اسے پسند نہیں ہوتا اور وہ چاہتا ہے کہ ایک نمبر کی پوزیشن میں ہمارا کوئی شریک وسہیم نہ رہے اور یہ مقام بلا شرکت غیر میرے نام محفوظ ہو جائے۔

لیکن لوگوں کی بھیڑ میں ہر ایک اس کا خواہشمند ہوتا ہے، اس لیے ایک نمبر کو پانے اور اس پر بنے رہنے کے لیے مزاحمت ہوتی ہے، یہاں کوئی کسی کو راستہ دینے کو تیار نہیں ہوتا، اس کا حل بعض لوگ یہ نکالتے ہیں کہ اپنے سے آگے والے کو گرا کر، روند کر، اس کی حیثیت عرفی کو کم کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں، ظاہر ہے یہ صورت حال بعض اعتبار سے مہلک ہوتی ہے کیوں کہ اس میں بعضوں کی حق تلفی ہوتی ہے، بعضوں کے جان کے لالے پڑتے ہیں اور بعض مرتبہ اس دھکا مکی میں آدمی مات کھا کر خود ہی گر پڑتا ہے اور دوسرے اسے روندھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔

اس فطری خواہش کی تکمیل کا ایک طریقہ انتہائی محفوظ ہے اور وہ یہ ہے کہ پیغام بھیجتے رہے، درود واذکار بھیجتے رہے، خدا سے فریاد کرتے رہے آپ ایک نمبر پر ہوں گے، اس حقیقت کو سمجھنا بہت زیادہ مشکل نہیں ہے، آج سوشل میڈیا کا دور ہے، ہر کوئی پیغام رسانی اور پوسٹ کرنے میں مشغول نظر آتا ہے، جو پوسٹ بھیجتا رہتا ہے وہ اوپر چلتا رہتا ہے، جس نے پوسٹ بھیجنا بند کیا وہ باقی تو رہتا ہے لیکن دھیرے دھیرے نیچے چلا جاتا ہے، فیس بک وغیرہ پر تو اتنا نیچے چلا جاتا ہے کہ اس کی تلاش بھی دشوار ہو جاتی ہے اور خواہش کے باوجود اس پوسٹ تک پہونچنا ممکن نہیں ہوتا۔

یہی حال انسانی زندگی کا ہے، جو انسان اللہ کے پاس عبادت وریاضت، اذکار واوراد شریف وغیرہ بھیجتا رہتا ہے وہ اللہ کے یہاں اوپر رہتا ہے، وہ اللہ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے، تو اللہ اسے تنہائی میں یاد کرتا ہے اور اگر بندہ مجلس میں یاد کرتا ہے تو اللہ دنیاوی مجلس سے زیادہ اچھی مجلس میں اسے یاد کرتا ہے، بندہ خدا کو یاد کرتے رہنا اوپر بنے رہنے کا دائمی نتیجہ ہے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اوپر بنے رہنے کے خواہش مند تو ہوتے ہیں، لیکن اللہ کے یہاں کوئی پوسٹ نہیں بھیجتے، نہ عبادات کا، نہ اوراد ووظائف کا نہ اعمال صالحہ اور طاعت کا، بعض بدنصیب تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی زندگی گذر جاتی ہے اور ان کی جانب سے بھلائی کا کوئی پوسٹ اللہ کے پاس نہیں ہوتا، داہنے کاندھے والے فرشتے بیٹھے رہتے ہیں اور بائیں کاندھے والوں کا رجسٹر بھر جاتا ہے اور اس فرشتے کو فرصت نہیں ملتی، کیوں کہ نامۂ اعمال میں سارے برے اعمال ہوتے ہیں، نیک عمل کا گذر ہی نہیں ہوتا، ایسے میں ہمارا مقام ومنصب سب سے نیچے چلا جاتا ہے، یہی کیا کم ہے کہ اللہ اپنی فہرست سے خارج نہیں کرتا، رائی کے دانے کے برابر دل میں چھپا ایمان کا حصہ اس فہرست میں باقی رہتا ہے، جس کے اثرات قیامت میں بھی سامنے آئیں گے، لیکن ٹاپ والی پوزیشن اسے نہیں مل سکتی، کیوں کہ وہ پوری زندگی خدا کو بھولا ہی رہا ہے اور بھولنے والے کا مقام ملأ اعلیٰ نہیں تحت الثریٰ میں ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ کا قانون ہے عمل اور ردعمل، جیسا کریں گے اس کا ردعمل ویسا ہی ہوگا، مگر اس قانون کے اندر اللہ کی رحمتیں وابستہ ہیں ان لوگوں کے لئے جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی قہاری وجباری سے ڈر کر اور مواخذہ آخرت کے خوف کے ساتھ اپنی بداعمالیوں سے توبہ واستغفار کر لیا جن پر اللہ کا وعدہ ہے کہ معاف ہو جائیں گے، اس زمانے میں جو مختلف قسم کی بیماریاں اور پریشانیاں عام ہو رہی ہیں یہ سب ہماری شامت اعمال کا نتیجہ ہیں اور ہمارے گناہوں کی صورت مثالی ہیں، اس لئے اپنی کوتاہیوں پر ندامت کے آنسو بہایئے اور اللہ سے عافیت کی دعاء کرتے رہئے۔ اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور نیک اعمال کرنے کی توفیق فرمائے۔

غربت وافلاس

عالمی آبادی کو اس وقت سب سے زیادہ جس مسئلہ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ غربت وافلاس ہے، بدقسمتی سے اس موضوع پر باتیں عالمی سطح پر کم ہوتی ہیں یا بالکل نہیں ہوتی، کیوں کہ اس مصیبت کا سامنا سیاسی لیڈران اور ملک کے حکمرانوں کو نہیں کرنا پڑتا، وہ آرام وراحت بلکہ عیش وآرام کی زندگی گذارتے ہیں، اے سی کمروں میں رہتے ہیں، لگزری گاڑیوں میں سفر کرتے ہیں، انہیں کیا معلوم کہ کھلے آسمان کے نیچے رہنے اور ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر فٹ پاتھ پر سو جانے کا درد وکرب کیا ہوتا ہے، پیٹ کی آگ کسے کہتے ہیں اور بھات بھات، پانی پانی کہتے مر جانے والے کے دل پر کیا گذرتی ہے، توکل اور قناعت کا سبق بہت قیمتی، لیکن یہ قناعت سیاسی قائدین اور حکمرانوں کے محل میں بھی دکھے، تبھی تو دوسرے لوگ بھی اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کا حوصلہ جٹا پائیں گے، اس غریب کی آہ کو بھی سنے جو بازار میں سودا سلف لینے کے لیے جاتا ہے تو گوشت مچھلی خریدے بغیر واپس ہو جاتا ہے، کیوں کہ اس کی آمد اس خرچ کی متحمل نہیں ہو پاتی۔

اس نقطۂ نظر سے دیکھیں تو مفلسی ام المسائل ہے، یہ دین وایمان تک کو خطرہ میں ڈال دیتی ہے، عربی کا مشہور مقولہ ہے: "کاد الفقر ان یکون کفرا" فقر ومحتاجی کفر تک پہونچا سکتی ہے، آج صورت حال یہ ہے کہ پچاس سے زائد ملکوں میں پچیس فی صد آبادی خط افلاس سے نیچے زندگی گذاری ہے، ۱۵؍تا ۲۴؍فی صد لوگ دوسرے پچاس ملکوں میں مفلسی کی مار جھیل رہے ہیں، ایسے ملکوں کی بھی بڑی تعداد ہے جہاں ۵؍سے ۱۴؍اور ایک سے چار فی صد لوگ غریب ہیں، ڈیموکریٹک ری پبلک آف کانگو میں ۲۰۱۱ء کے اعداد وشمار کے مطابق ستر فی صد، ہیتی میں ۵ء۵۸ فی صد، موزمبیق میں ۵۲ فی صد، تاجکستان میں ۶ء۳۹ فی صد لوگ خط افلاس سے نیچے زندگی گذار رہے ہیں۔ ہندوستان بھکمری اور افلاس کے اعتبار سے ۲۰۱۴ء میں ۵۵ ویں نمبر پر تھا، ۲۰۱۵ء میں اور غریب ہو کر ۸۰ ویں، ۲۰۱۶ء میں ۹۷ ویں، ۲۰۱۷ء میں ۱۰۰ ویں اور ۲۰۱۸ء میں ۱۰۳ نمبر پر چلا گیا ہے، یعنی ہم مسلسل غریب ہوتے جا رہے ہیں، گلوبل ہنگر انڈیکس کے مطابق ہمارا یہ حال ہے، جب کہ ہمارے قائدین بھارت کو ترقی پذیر بلکہ بعض تو ترقی یافتہ کہتے نہیں تھکتے، مودی حکومت کا دعویٰ تھا کہ ہندوستان میں گذشتہ دس سالوں کے درمیان ۲۷؍کروڑ لوگوں کو خط افلاس سے باہر نکالا گیا، لیکن گلوبل ہنگر انڈیکس کے اعداد وشمار نے اس دعویٰ کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ شہری اور دیہی دونوں علاقے مہنگائی کی مار جھیل رہے ہیں۔

عالمی بینک کی نظر میں دو دہائی پہلے وہ شخص غریب تھا، جس کی یومیہ آمدنی ایک ڈالر سے کم ہو، اب غریبی کا معیار دو ڈالر یومیہ سے کم آمدنی ہے، ہندوستان میں یو پی اے کے دوسرے دور میں شہر میں بتیس روپے اور دیہات میں ۲۶؍روپے یومیہ کمانے والا غریب نہیں تھا، یہ غیر واقعی معیار ہے، آج بتیس روپے میں شہر میں ایک آدمی تین وقت کھانا نہیں کھا سکتا تو بھلا وہ غریب نہیں ہے تو اور کیا ہے، بال بچوں کی بات تو چھوڑیے جن کا پورا پورا نفقہ عام حالت میں باپ کے ہی ذمہ ہوتا ہے وہ جب اپنا پیٹ ہی نہیں بھر پائے گا تو بال بچوں کا کیا ہوگا۔

غربت وافلاس کی یہ صورت حال عالمی طور پر لگاتار بڑھتی جا رہی ہے، دنیا کے ایک فیصد مالدار اور زیادہ مالدار ہوتے جا رہے ہیں اور جو غریب ہیں ان کی غربت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے، امیروں اور غریبوں کے درمیان کی یہ خلیج مسلسل بڑھ رہی ہے، یقیناً اس کی بڑی وجہ حکومتوں کی غلط پالیسیاں اور شاطرانہ بے عملیاں ہیں جس کا مداوا سماجی اقدار میں بنیادی تبدیلیوں سے ہی ہو سکتا ہے۔ سماج سے غربت وافلاس کے خاتمے کے لیے اسلام نے نظام زکوٰۃ کے ذریعہ حکومتوں کے ذمہ ایک بڑی ذمہ داری دی ہے کہ ان کے مالداروں سے لیا جائے اور ان کے غرباء میں تقسیم کیا جائے، یہی وہ نظام ہے جو اپنی پوری حقیقت کے ساتھ جب نافذ ہوا تو ایک وقت ایسا آیا کہ پوری اسلامی ریاست میں کوئی بھی زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں بچا تھا۔ آج دنیا کی حکومتوں کو اسلام کے اس نظام زکوٰۃ کی روح کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے، حکومتوں کو چاہئے کہ وہ ایسی پالیسیاں بنائے کہ مالداروں اور غریبوں کے بیچ کی خلیج کو پاٹا جا سکے، تب ہی اس عالمی وبا پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

جدید ارتداد

"ان مسلمانوں میں بعض ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اسلام اس زمانہ میں ناقابل عمل ہے اور بعض کا خیال ہے کہ سارا مذہب ایک ڈھکوسلہ ہے ...ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو اسلام ہی کے نام سے اسلام کی اساسیات تک کا انکار کرتے ہیں، اس کے بنیادی اصول کا مضحکہ اڑاتے ہیں وہ اپنے غیر اسلامی تصورات کو اسلام کا نام دیتے ہیں اور اکثر انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اسلام سے الگ ہو چکے ہیں۔"

(مقدمہ مکاتیب گیلانی ۶۸،۶۷)

بلا تبصرہ

"حکومت میں نمبر ۲ کے وزیر نے ۲۳؍نومبر کو کہا ہے کہ سرکار مندر بنانے کا عزم مصمم رکھتی ہے، سرکار ۶؍دسمبر کو ہی اس سمت میں اہم قدم اٹھانے جا رہی تھی، لیکن ضابطہ اخلاق کی وجہ سے ہاتھ بندھے ہیں، وزیر نے بھروسہ دلایا ہے کہ ۱۱؍دسمبر کو حکومت کوئی بڑا فیصلہ لے گی، اسی لیے گیارہ دسمبر سے بارہ جنوری تک ارکان پارلیامنٹ کو باہر نہ جانے کا حکم دیا گیا ہے، انہوں نے یہ بھی کہا کہ آر ایس ایس کے سربراہ موہن بھاگوت نے بھی یقین دلایا ہے کہ ہم موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔"

(ہیمنت سریواستو ہندوستان ۲۶؍نومبر ۲۰۱۸ء)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

مجلس کے آداب:

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں گنجائش پیدا کرو تو گنجائش پیدا کیا کرو، اللہ بھی تمہارے لیے کشادگی پیدا فرمادیں گے اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کر کھڑے ہو جایا کرو، تم میں سے جو ایمان لائے اور جن کو علم عطا کیا گیا، اللہ ان کے درجے بلند کردیں گے اور اللہ تمہارے تمام اعمال سے واقف ہیں۔ (سورہ مجادلہ:۱۱)

مطلب: رب کائنات نے قرآن مجید کی اس آیت میں مجلس میں بیٹھنے کے آداب بتلاتے ہوئے بعد میں آنے والے ممتاز اہل علم کے لیے مجلس میں گنجائش پیدا کرنے کی تعلیم دی اور کہا کہ جو صاحب ایمان ہوتے ہیں، وہ اعلیٰ ادب کا مظاہرہ کرتے ہیں، بزرگوں اور اصحاب فضل وکمال کا اکرام واحترام کرتے ہیں، جو ان کی عظمت اور تہذیب پر دلالت کرتی ہے؛ کیوں کہ اللہ رب العزت نے انسان کے فضل وکمال کی بنیاد عمل صالح اور علم نافع پر رکھی ہے، ارشاد ربانی ہے کہ جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے ہیں، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں، اس حیثیت سے اللہ نے علماء وحفاظ کو معاشرہ میں بلند مقام عطا کیا، اسی بنیاد پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اہل فضل کو ان کے فضل کے مطابق ایک دوسرے پر ترجیح دیتے تھے اور ہر قوم کے باعزت شخص کا اکرم کرتے تھے اور اسے اس کی قوم کا سردار بنادیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایسے پاکباز اور انصاف پرور اہل ایمان رہتے تھے، جو ہمیشہ تقوی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے، بڑوں کی عزت کرتے تھے، چھوٹوں پر رحم کرتے تھے محتاج اور غریب کو ترجیح دیتے تھے اور اجنبی اور پردیسی کا خیال رکھتے تھے۔ (حیاۃ الصحابہ) مذکورہ آیت کا پس منظر بھی یہی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفہ مسجد میں تشریف فرما تھے، جمعہ کا مبارک دن تھا، لوگوں کا بڑا اجتماع تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ حاضرین میں سے غزوہ بدر میں شریک ہونے والے مہاجرین وانصار کا غیر معمولی اکرام فرمایا کرتے تھے، اس دن جگہ تنگ پڑ گئی، کچھ اکابر بدری صحابہ تشریف لائے اور جگہ کی قلت کی وجہ سے کھڑے رہے کہ شاید ان کے لیے لوگ کوئی جگہ نکالیں، لیکن لوگوں کی اس طرف توجہ نہ ہوسکی، یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گذری، چنانچہ بعض صحابہ سے ان لوگوں کے لیے جگہ نکالنے اور کھسک جانے کا حکم دیا، تعمیل حکم میں چند صحابہ دوسری جگہ منتقل ہوگئے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت سے محرومی ان پر گراں گذری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شکن آلود چہرے سے محسوس کرلیا کہ یہ بات صحابہ کرام کے لیے ناگواری کی باعث ہوئی، چنانچہ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں اللہ رب العزت نے ان سے کہا کہ جب کسی حکمت ومصلحت کی وجہ سے مجلس میں کشادگی پیدا کرنے کا حکم دیا جائے تو ان کے احترام میں گنجائش پیدا کرو اور یہ نہ سمجھو کہ اس میں تمہارا درجہ کم ہوگیا، یا وقار واعتبار مجروح ہوگیا؛ بلکہ جو لوگ ایمان والے ہیں اور علم والے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند فرمائیں گے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب کے رتبہ کے موافق برتاؤ کرتے اور اور فرماتے: ''اکرموا کریم کل قوم''۔ (ہر قوم کے معزز شخص کا اکرام کرو۔) اس سے معلوم ہوا کہ معزز اصحاب کا اکرام واحترام لازم ہے، اس لیے بعد میں آنے والوں کے لیے مجلس میں گنجائش نکالیں، ممکن ہے کہ مجلس کے منتظمین آنے والے شخص سے کسی ضرورت سے خلوت اختیار کرنا چاہتے ہیں، اس لحاظ سے بھی ان کے لیے جگہ نکالیں۔ علماء ومفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم مخصوص حالات کی مجلسوں کے لیے ہے کہ جب کوئی اہم شخصیتیں بعد میں آئیں تو اپنی نشستوں میں گنجائش پیدا کرکے ان کو بھی جگہ دینی چاہیے، ورنہ عمومی حکم یہی ہے کہ جو پہلے سے جہاں بیٹھا ہے، اس کو وہاں سے اٹھانا آداب مجلس کے خلاف ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر شخص اپنی نشست کا زیادہ مستحق ہے، اگر وہ کسی ضرورت سے نکلا اور پھر واپس آیا تو وہ اپنی جگہ کا زیادہ حقدار ہے، ایک روایت میں یہ بھی وارد ہوا کہ آنے والے شخص کے لیے ادب یہ ہے کہ پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کو ہٹانے کے بجائے جہاں جگہ ملے بیٹھ جاتے، مجلس کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ لوگوں کے درمیان سے پھلانگتے ہوئے آگے نہ بڑھے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان جو ملے بیٹھے ہیں، ان میں تفریق پیدا کرے، جب تک کہ ان سے ہی اجازت نہ ملے، آداب مجلس کی ان اخلاقی تعلیمات وہدایات پر عمل کرنے سے آپس میں انس ومحبت پیدا ہوتی ہے اور تعلقات میں خوشگواری آتی ہے۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین

اسلامی وضع قطع:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بال رکھو تو اس کا حق ادا کرو۔ (ابوداؤد شریف)

وضاحت: ہر مومن بندہ کو اسلامی وضع قطع اور طور طریقے کے ساتھ زندگی گذارنی چاہیے؛ تاکہ لوگ محسوس کریں کہ اسلامی شناخت کا علمبردار انسان ہے اور یہی اسلامی تعلیمات بھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سر پر بال ہو تو اس سے چہرے کی خوبصورتی اور جاذبیت نکھر کر سامنے آتی ہے؛ اس لیے عام حالات میں انسان سر پر بال رکھتا ہے اور کبھی مونڈواتا ہے، اسلام نے ان دونوں کی اجازت دی ہے، جو لوگ سر پر بال رکھتے ہیں، ان کے لیے اسلام نے ہدایت دی ہے کہ تہذیب وشائستگی کے ساتھ رکھو، تیل اور کنگھی سے سنوارتے رہو۔ حضرت ابوقتادہؓ کے سر پر بال بڑے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے روزانہ کنگھی کرنے کی تلقین فرمائی؛ تاکہ بال ادھر ادھر نہ بکھرے رہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زلف مبارک کبھی کانوں کے لو تک، کبھی گردن تک اور کبھی کاندھے تک ہوتے تھے اور اس میں تیل اور کنگھے کرتے تھے۔ آپ بھی اسلامی وضع قطع کو اپنائیے اور بالوں کو سلیقہ سے رکھئے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

عقیدہ ختم نبوت:

کیا اس وقت کوئی نبی آسکتا ہے، اگر کوئی شخص اپنے آپ کو نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجـــــواب وباللّٰہ التوفیـــــق

تمام مسلمانوں ک بہ حیثیت مسلمان یہ ایمان وعقیدہ ہے کہ جس طرح توحید میں اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک ہے، اسی طرح ختم نبوت میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وحدہ لاشریک ہے، اور جس طرح توحید میں اللہ رب العزت کے ساتھ کسی کو شریک وسہیم قرار دینا شرک ہے اسی طرح ختم نبوت میں کسی کو شریک وسہیم قرار دینا کفر ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے جس کا انکار کرنے والا مومن نہیں رہتا ''من أنکرا لمتواتر فقد کفر''(هندیه:۲/۲٦۵)

اللہ پاک کا ارشاد ہے ''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین''(الأحزاب:٤٠) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں، قصر نبوت جس کی تعمیر کا آغاز ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا اس کا انجام واختتام حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس پر ہو چکا ہے، اب اس قصر نبوت میں ایک انچ بھی جگہ خالی نہیں جس کو کسی کے ذریعہ پر کیا جاسکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری مثال اور سابقہ نبیوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے حسن وجمال اور رعنائی وخوبصورتی کا اعلی شاہکار ایک مکان بنایا، لیکن اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی، لوگ آتے ہیں چاروں طرف گھوم گھوم کر اس مکان کو دیکھتے ہیں اس کی خوبصورتی کی تعریف کرتے ہیں، لیکن جب اس خالی جگہ پر پہونچتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس خالی جگہ کو بھی پر کردیا جاتا تو اس کے حسن وجمال میں چار چاند لگ جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس خالی جگہ کو پر کرنے والی اینٹ میں ہوں، میرے ذریعہ اس قصر نبوت کا کام مکمل ہوگیا کیونکہ میں آخری نبی ہوں ''عن أبی هریرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنیٰ بیتاً فأحسنه وأجمله الاموضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویتعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال فانا اللبنة وأنا خاتم النبیین (صحیح البخاری:۱/۵۰۱) خاتم النبیین ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خاص ہے اور امتیازی شان ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: چھ چیزیں ایسی ہیں جو مجھ ہی کو عنایت کی گئی ہیں دیگر انبیاء کو نہیں دی گئی، مجھے جوامع الکلم دیا گیا، رعب ودبدبہ کے ذریعہ میری مدد کی گئی، میرے لئے مال غنیمت کو حلال کیا گیا، ساری زمین میرے لئے پاک اور سجدہ گاہ بنادی گئی، اور مجھے قیامت تک آنے والی تمام مخلوق کی جانب نبی بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت کو ختم کیا گیا: ''عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فضلت علی الأنبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب وأحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض طهوراً ومسجداًوأرسلت الی الخلق کافة وختم بی النبیون''(صحیح مسلم:۱/۱۹۹ کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو اسرائیل کی قیادت وسیادت کا فریضہ ان میں مبعوث ہونے والے انبیاء ہی انجام دیا کرتے تھے، جب بھی کسی نبی کا دنیا سے جانا ہوتا اللہ پاک اس سے پہلے دوسرا نبی بھیج دیتے (یہاں تک کہ سلسلہ چلتا ہوا مجھ تک پہونچا) اب میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

''عن أبی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کانت بنو اسرائیل تسوسهم الأنبیاء کلما هلك بنی خلفه بنی وأنه لانبی بعدی''(صحیح بخاری:۱/۴۹۱ باب ماذکر عن بنی اسرائیل) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوٹوک اور واضح الفاظ میں فرمایا کہ رسالت ونبوت کا سلسلہ بند ہوگیا، اب میرے بعد نہ تو کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول ''عن انس بن مالك رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (سنن الترمذی ابواب الروء یا باب ذهبت النبوت وبقیت المبشرات:۲/۵۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر قرآن وحدیث میں بے شمار دلائل ہیں، ان مختصر تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، جب آپ آخری نبی ہیں تو آپ کا دین آخر الادیان، آپ پر نازل ہونے والی کتاب آخر الکتب اور آپ کی امت آخر الامم ہے، اب قیامت تک نہ تو کوئی نبی آئے گا، اور نہ کوئی کتاب آئے گی اور نہ اسلام کے علاوہ کوئی دین آئے گا اور نہ کوئی امت آئے گی، اگر کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے کہ ہم اللہ کے نبی ہیں تو وہ جھوٹا ہے نبی کا دشمن، ملعون اور کافر ہے، ایسے شخص کے کافر ہونے پر نہ تو کسی شک کی گنجائش ہے اور نہ اس کے دعوی نبوت پر دلیل پوچھنے کی ضرورت، کیونکہ ایسے شخص کے جھوٹا ہونے پر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر لگادی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''انه سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی''(سنن الترمذی :۲/ ٤٥ وقال الترمذی هذا حدیث صحیح) اور اللہ تعالیٰ نے ایسے جھوٹوں کو بڑا ظالم قرار دیا اور ذلت آمیز عذاب کی بشارت دی ''ومن أظلم ممن افتریٰ علی الله کذباً او قال اوحی الی ولم یوحیٰ الیه شئ ومن قال سأنزل مثل ما أنزل الله ولو تریٰ اذالظلمون فی غمرات الموت والملئکة باسطوا ایدهم أخرجواانفسکم الیوم تجزون عذاب الهون بما کنتم تقولون علی الله غیرالحق وکنتم عن اٰیاته تستکبرون''(سورة الانعام:۹۳) اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے، یا دعویٰ کرے کہ مجھ پر وحی اتاری گئی ہے، حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں آئی ہو، اور جو کہے کہ اللہ نے جیسا کلام اتارا ہے عنقریب میں بھی ایسا ہی کلام اتاروں گا، کاش آپ وہ منظر دیکھتے کہ جب یہ ظالم لوگ موت کی مدہوشی میں ہونگے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہونگے اور کہتے ہونگے اپنی جانیں باہر نکالو تم اللہ پر جو ناحق باتیں گھڑا کرتے تھے اور ان کے احکام کے مقابلہ میں تکبر کیا کرتے تھے آج اس کے بدلہ تمھیں رسوا کن عذاب دیا جائے گا۔

امارت شرعیه بهار اڑیسه وجهارکهنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 47 مورخہ ۲۴؍ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۳؍دسمبر ۲۰۱۸ء روز سوموار

بخیر گذشت

اجودھیا میں شوسینا کے مظاہرے اور وشو ہندو پریشد کی جانب سے منعقد دھرم سبھا اور سوشل میڈیا کے ذریعہ پھیلائی جارہی افواہوں سے پورے ملک کی سانسیں رک سی گئی تھیں اور لوگوں میں دہشت کا ماحول پیدا ہوگیا تھا، بہت سارے لوگ جنہوں نے ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کے انہدام کے قبل اور بعد کا کرب جھیلا تھا، انہیں کسی کے وعدے پر یقین نہیں تھا، چنانچہ بہت سارے خاندان ان ایام میں نقل مکانی پر مجبور ہوئے، شیوسینا کے ادھو ٹھاکرا پنے چار ہزار لوگوں کے ساتھ اجودھیا پہونچے تو مذہبی جذبات کو بھڑکانے والے نعروں نے مسلمانوں اور اعتدال پسند ہندوؤں کا جینا دوبھر کردیا، لوگوں کو یقین ہو چلا تھا کہ حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر یوپی کے وزیر اعلیٰ سے لے کر صدر جمہوریہ تک براجمان ہیں اور ان کا ایجنڈا ہندوتوا کے نفاذ کا ہے، اس لیے کسی بھی وقت کچھ ہوسکتا ہے اس خیال سے لوگوں کی رگوں میں خوف سرایت کر گیا تھا، پُرامن شہری اللہ سے دعا بھی کر رہے تھے اور اپنے لوگوں کو اشتعال میں نہ آنے کی تلقین بھی، حکومت بھی شیوسینا کو اس کا کریڈٹ نہیں دینا چاہتی تھی، اس لیے بابری مسجد کی مقبوضہ زمین پر مندر تعمیر کے منصوبے سے اتفاق کے باوجود بی جے پی کے کیڈر اس سے دور دور ہی رہے۔

اس طرح ادھو ٹھاکر جو مندر تعمیر کی تاریخ حکومت سے مانگنے آئے تھے، بے نیل ومرام واپس ہوئے، عام ہندوؤں کا سپورٹ انہیں اس لیے نہیں ملا کہ انہوں نے ممبئی میں یوپی بہار کے لوگوں کو ممبئی سے نکالنے کی مہم بھی چلائی تھی، عام لوگوں کے دلوں میں اس وجہ سے ادھو ٹھاکر کے خلاف نفرت تھی اور انہوں نے اس کا ساتھ نہیں دیا لوگوں کی عدم دلچسپی اور بی جے پی کی سردمہری دیکھ کر ادھو ٹھاکر کو کہنا پڑا کہ انتخاب کے وقت میں لوگ رام رام کرتے ہیں اور انتخاب بعد صرف آرام کرتے ہیں۔

وشو ہندو پریشد کے لوگوں نے بہت تام جھام سے دھرم سند کے انعقاد کا اعلان کیا تھا اور انہیں توقع تھی کہ بڑی تعداد میں لوگ آئیں گے، لیکن ساٹھ ستر ہزار سے زیادہ لوگ نہیں آئے، اجودھیا میں اگر کارتک پوجا کا موقع نہیں ہوتا تو یہ تعداد اور کم ہوتی، کارتک پوجا کے لیے آنے والے لوگ بھی اس بھیڑ کا حصہ شمار کر لیے گیے، لطیفہ یہ ہے کہ اتنی ہی تعداد میں وہاں پولس کے جوان بھی تعینات کئے گیے تھے، اس لیے یہ شرپسند لوگ ادھم مچانے کا حوصلہ نہیں جٹا پائے، حکومت کی منشا بھی یہی تھی کہ اگر اجودھیا میں اس وقت کچھ ہوتا ہے تو پانچ ریاستوں کے الیکشن پر اس کا اثر پڑے گا، اور بی جے پی کی جو تصویر عدلیہ، پالیامنٹ اور سیکولر قدروں کے خلاف لوگوں میں ہے اس کو تقویت پہونچے گی، اسی لیے دھرم سبھا نے نہ کوئی بڑا اعلان کیا اور نہ ہی کوئی تجویز پاس ہوسکی۔

کل ملا کر شیوسینا کی تحریک ہو یا دھرم سنسد کا انعقاد، دونوں ایک فلاپ شو تھا، بکی ہوئی میڈیا جتنا ہائی لائٹ کرے، واقعہ یہ ہے کہ اس مہم کے فلاپ ہونے سے رام مندر تعمیر کرنے والوں کے حوصلے پست ہوئے ہیں، اور اجودھیا سے ان کی واپسی شروع ہوگئی ہے، واپسی کے موقع سے گودھرا جیسا کوئی سانحہ نہ پیش آئے اور لوٹنے والے ہڑدنگ نہ مچائیں اس کے لیے ریلوے نے خصوصی سیکوریٹی دستہ ہر گاڑی پر لگا رکھا ہے، اس کی وجہ سے عام شہریوں میں دہشت کے ماحول میں کمی آئی ہے، ذرائع ابلاغ والے جو تین دن سے کچھ نیا پیش آنے کے خیال سے وہاں ڈیرا ڈالے ہوئے تھے، انہیں مایوسی ہاتھ لگی اور وہ بھی خالی ہاتھ بلکہ زیادہ سے زیادہ دھرم سبھا کی گرما گرم تقریریں اور دھمکیاں لے کر واپس ہوئے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہوگیا ہے، ٹھیک کچھ بھی نہیں ہوا ہے، بابری مسجد کا قضیہ عدالت میں ہے اور اس قسم کے پروگرام کرنے کا ایک مقصد عدلیہ اور حکومت دونوں پر دباؤ بنانا ہے کہ وہ فیصلہ رام مندر کی تعمیر کے حق میں کرے یا حکومت آرڈی ننس لائے، بعض وزراء نے تو یہ یقین بھی دلایا ہے کہ گیارہ دسمبر کو اس سلسلے میں سرکار حتمی فیصلہ کرے گی، اور خبر ہے کہ میں ۱۱؍دسمبر سے بارہ جنوری تک ارکان پارلیامنٹ کو باہر جانے سے منع کر دیا گیا ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے واضح کر دیا ہے کہ معاملہ ایک مسجد کا نہیں اصولوں کا ہے اور ہم شرعی اصولوں سے سمجھوتہ نہیں کر سکتے، ہمیں عدالت کے فیصلے پر اعتماد ہے، اور ہم اس کے فیصلوں کو ماننے کے لیے بھی تیار ہیں، عام مسلمانوں کا رویہ بھی اس سلسلے میں قابل تعریف رہا، وہ سارے حالات کے خاموش تماشائی بنے رہے، ۱۹۹۲ء سے اب تک جو کچھ ہوتا رہا ہے اس سے انہوں نے ایک سبق سیکھا ہے اور وہ سبق ہے تحمل اور برداشت کا، اللہ کا شکر ہے کہ اب اشتعال انگیز نعرے انہیں مشتعل نہیں کرتے اور وہ اپنی خاموشی کو ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں، یہ خاموشی بزدلی کی وجہ سے نہیں، بڑوں کی مان کر حکمت عملی کے طور پر ہے، جو ایک اچھی علامت ہے۔

حقوق کی طلب

بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے ملحق مدارس کے اساتذہ اور کارکنوں نے گذشتہ کئی روز سے اپنے مطالبات کی حمایت میں گردنی باغ میں دھرنا دے رکھا ہے، ان کے مطالبات میں سرکار کے ذریعہ مختلف مواقع پر اعلان اور یقین دہانی کو عملی رنگ وروپ دینا شامل ہے، ان کا مطالبہ ہے کہ جو سہولیات سرکاری کارکنوں کو حاصل ہیں، وہ انہیں بھی دی جائیں، ساتواں پے اسکیل نافذ کیا جائے، مدرسہ میں نو تقرر اساتذہ کو سرکاری اسکولوں میں بحال اساتذہ کی طرح تنخواہ کی منظوری دی جائے، تمام مدارس کے اقلیتی تعلیمی ادارہ ہونے کا اعلان کیا جائے۔ ان میں سے کئی کی منظوری کا اعلان سرکار اپنے اعلامیہ ۱۵؍فروری ۲۰۱۱ء اعلانیہ نمبر ۱۶۲ اور ۱۶؍ستمبر ۲۰۱۳ء کو اعلانیہ نمبر ۱۰۱۰؍اور ۱۰۱۱؍کے ذریعہ کر چکی ہے، اس اعلانیہ پر اسکولی اساتذہ کے لیے عمل بھی ہو رہا ہے، محرومی صرف مدرسہ اساتذہ کے لیے ہے، اس لیے امارت شرعیہ کا ماننا ہے کہ یہ مطالبات برحق اور انصاف پر مبنی ہیں، سرکار کو جلد پہل کر کے اس دھرنے کو ختم کرانا چاہیے اور جلد از جلد انہیں مدرسہ بھیجنے کی کارروائی کرنی چاہیے، اس لیے کہ یہ دھرنا جتنے دن چلے گا، مدرسہ بند رہے گا، بعد میں ان ایام کی تنخواہ کا بھی مسئلہ کھڑا ہوگا اور طلبہ کی تعلیم کا جو نقصان ہوا وہ الگ۔

دوسری طرف اساتذہ مدارس ملحقہ کو حقوق کی طلب کے ساتھ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، یہ کوتاہی شرعا، اخلاقا، قانونا سب طرح غلط ہے، انہیں یہ بات جاننی چاہیے کہ جس طرح سرکار کی سردمہری سے آپ کے حقوق مارے جارہے ہیں، اسی طرح پڑھنے پڑھانے میں کمی، کوتاہی اور غفلت کے نتیجے میں طلبہ کے حقوق مارے جاتے ہیں، اس لیے جس طرح آپ اپنے حقوق کی طلب میں مستعد ہیں، طلبہ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے بھی کمربستہ ہوجایئے اور مدارس ملحقہ میں تعلیمی ماحول پیدا کرنے اور مستحکم کرنے کے لیے ہر سطح پر آگے آیئے، ایسا کرنے سے آپ عنداللہ ماخوذ ہونے سے بچ جائیں گے اور عوامی ہمدردی بھی آپ کو حاصل ہوگی، ابھی صورت حال یہ ہے کہ سرکار اچھی طرح سمجھتی ہے کہ عوام آپ کے ساتھ نہیں ہے؛ کیوں کہ آپ ان کے بچوں کو پڑھا نہیں رہے ہیں، آپ پڑھانا شروع کیجئے اللہ کی طرف رجوع کیجئے وہ آپ کے تمام مسائل حل کر دے گا، سرکاری افسران اور حکومت کے ذمہ داروں کے قلوب بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ جس طرح چاہے ان کی کلائیاں مڑوڑ کر رکھ دے۔

ذیابطیس

انسانی جسم کو جو امراض لاحق ہوتے ہیں، ان میں سے کئی بیماریوں کے علاج تک انسانی عقل وشعور اور سائنس کی رسائی اب تک نہیں ہوسکی ہے، کینسر، ایڈز وغیرہ کا شمار ایسے ہی امراض میں ہوتا ہے، جس میں علاج ومعالجہ اکثر وبیشتر صورت میں کامیاب نہیں ہو رہا ہے، اور زندگی کو اختتام تک پہونچا دیتا ہے۔

ذیابطیس یعنی شوگر کا مرض بھی لاعلاج بنتا جا رہا ہے، یہ ٹھیک ہونے کا نام نہیں لیتا، غذا پرہیز اور دواؤں کے ذریعہ اسے معتدل سطح پر رکھا جاسکتا ہے، لیکن یہ ایسا مرض ہے جو ختم نہیں ہوتا، عالمی ادارہ صحت (WHO) کے مطابق پوری دنیا میں ذیابطیس کے مریضوں کی تعداد ۴۲ کروڑ سے زائد ہوگئی ہے، فی صد کے اعتبار سے دنیا کی ۶۵ فی صد آبادی اس مرض کا شکار ہے، گذشتہ پینتیس سالوں میں اس مرض میں چار گنا اضافہ ہوگیا ہے۔ ۱۹۸۰ء میں اس مرض کے بالغ مریضوں کی تعداد دس کروڑ اسی لاکھ تھی، ۲۰۱۴ء میں یہ تعداد بڑھ کر بیالیس کروڑ بیس لاکھ ہوگئی، ایک اندازے کے مطابق پوری دنیا میں شوگر کے مریضوں کی نصف تعداد چین، ہندوستان، امریکہ، برازیل اور انڈونیشیا میں پائی جاتی ہے، چین اور ہندوستان کے اعداد وشمار دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان دونوں ملکوں میں شوگر کے مریض زیادہ تر مرد ہیں، اور ان کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، لاطینی امریکہ کے ممالک میں بھی یہ مرض تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

طبی ماہرین کے مطابق اس مرض کی وجہ سے اعضاء رئیسہ متاثر ہوتا ہے، دل کی بیماریاں اور ہارٹ اٹیک کے خطرات بڑھ جاتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ خون کے دباؤ اور کولیسٹرول کی سطح پر دھیان رکھا جائے، جسمانی تگ ودو اور پیدل چلنے کو معمول کا حصہ بنایا جائے، مرغن غذاؤں سے پرہیز کیا جائے اور بغیر چھانے آٹے کی روٹی، سبزیاں پھل وغیرہ کو غذا کا حصہ بنایا جائے، بلڈ پریشر اور وزن پر بھی نگاہ رکھی جائے، ذیابطین کے اتار چڑھاؤ اور کولیسٹرول کی سطح کی جانچ معمولا کرائی جائے، احتیاط، بہر صورت دواؤں کے استعمال سے بہتر ہے، بہت سارے مریض اس لیے دوا لینے سے کتراتے ہیں کہ پھر پوری زندگی دوا کھانی ہوگی، ظاہر ہے یہ بدعقلی ہے کہ اعضاء رئیسہ کمزور ہوتے جائیں اور ہم دوا سے گریز کریں، عقل مندی یہ ہے کہ دوا ڈاکٹر کے مشورے سے لی جائے اور پرہیز واحتیاط کو بھی اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں، ہمارا صحت مند رہنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ قوی مؤمن کو اچھا کہا گیا ہیں، صحت مند جسم میں صحت مند دماغ پایا جاتا ہے اور سارے کام دماغ کی صحت پر ہی موقوف ہے، سائنس داں دماغی موت کو زندگی کا خاتمہ قرار دیتے ہیں۔

بہت سارے لوگ جب دوا علاج اور احتیاط وتدبیر کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ موت ایک ہی بار نہ آئے گی اور جس حال میں مقدر ہے اسی طرح آئے گی، اس لیے احتیاط وتدابیر اور دوا علاج کا کیا فائدہ ہے؟ ایسے لوگوں کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ ہر مرض کی دوا ہوتی ہے، ہمارا دماغ اور کھوج وہاں تک نہ پہونچ پائی ہو یہ دوسری بات ہے، اسی طرح ہمیں احتیاط اور پرہیز کی بھی ہدایت کی گئی ہے اور اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا گیا ہے، ہم چونکہ مقدرات سے واقف نہیں ہیں، اس لیے احتیاط وتدابیر کو اپنے معمول کا حصہ بنانا چاہیے اور غیر ضروری منطق کا سہارا لے کر اپنی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

یادوں کے چراغ

سید مطیع الرحمٰن غوثی

: ایڈیٹر کے قلم سے

مشہور شاعر، معروف صحافی، گمنام مجاہد آزادی، بہترین خوش نویس اور فائن آرٹ کے ماہر سید مطیع الرحمٰن غوثی بن سید عبدالحق کا آبائی وطن قدیم دربھنگہ اور موجودہ ضلع سمستی پور کا گاؤں بھیرو پٹی، دلسنگھ سرائے ہے یہ گاؤں انگریز مخالف تحریک کے شانہ بشانہ تھا، آزادی کے لئے جدوجہد میں یہاں کے چھوٹے موٹے زمیندار بھی شریک تھے انہیں لوگوں میں سید مطیع الرحمٰن غوثی کے والد بھی تھے، جو اپنے باغیانہ تیور کے لئے مشہور تھے، انہوں نے اپنی زمین داری کا لگان انگریزوں کو دینا پسند نہیں کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ساری جائیداد نیلام ہوگئی، غوثی صاحب کے والد جناب عبدالحق صاحب نے معاشی بربادی کو گوارہ کرلیا؛ لیکن انگریزوں کے سامنے انہیں جھکنا گوارہ نہیں ہوا، ان کی اہلیہ بی بی فصیح النساء کی انگریز مخالفت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ انہوں نے مر ناگوارہ کرلیا، لیکن انجکشن نہیں لگایا، ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ یہ انگریزوں کا طریقۂ علاج ہے اور یہ بات معالج ان کے ذہن سے نکالنے میں ناکام رہے۔

سید مطیع الرحمٰن غوثی کی ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہوئی، اسکے بعد مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں داخل ہوئے، لیکن سر میں سودائے آزادی سماچکا تھا، اس لئے تعلیم مکمل نہیں کر سکے، عصری تعلیم کی طرف بھی رخ نہیں کیا، لیکن اپنی ذہانت وفطانت اور قوت اخذ کے طفیل علمی صحافتی، اشاعتی، ادبی، سماجی اور وطنی خدمات کے میدان میں آزادی کے پہلے یہ ایک مشہور نام تھا، انہوں نے اپنی خدمات کے لئے دربھنگہ کی سرزمین کا انتخاب کیا اور اپنی ساری توانائی علمی کاموں میں لگادیا، انہوں نے دارالتصنیف والتالیف کے نام سے ایک تحقیقی اور اشاعتی ادارہ قائم کیا، پریس کے نام پر ایک چھوٹی سی لیتھو مشین تھی، اسی سے انہوں نے ''دیوان رونق استھانوی'' شائع کیا تھا، یہ پریس دربھنگہ کے محلہ امام باری میں قائم تھا اور ہاشمی پریس کے بند ہوجانے کے بعد اشاعتی کاموں کے لئے یہ اکلوتا پریس لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا دربھنگہ لیتھو آرٹ پریس کے نام سے مشہور اس پریس سے ہرقسم کی سیاسی سرگرمیوں پر مشتمل پمفلٹ، لٹریچر شائع ہوکر تقسیم ہوا کرتا تھا، مسودات کے خوش خط لکھنے کا کام مطیع الرحمٰن غوثی کیا کرتے تھے، اردو اور ہندی تحریروں کے لئے کسی کو دوسرے کاتب اور خطاط کے پاس نہیں جانا پڑتا تھا، لیکن انگریزوں کے گماشتے اور مخبر جگہ جگہ متعین تھے، اس لئے غوثیؒ اور ان کے احباب کی خفیہ سرگرمیوں کا علم انگریزوں کو ہوگیا اور غوثی صاحب کے ساتھ مولانا عبدالعلیم آسی، مائل جمشید پوری ''حسن امام درد'' کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا، چنانچہ سب کو اپنا مستقر چھوڑ کر راہ فرار اختیار کرنی پڑی، مطیع الرحمٰن غوثی کلکتہ چلے گئے ان دنوں یونس نظری صاحب ہفتہ وار ''نقاش'' نکالتے تھے غوثی صاحب ہرفن مولیٰ آدمی تھے، اس لئے وہ ہفتہ وار نقاش سے جڑ گئے اور خطرات کے ٹلنے تک وہیں مقیم رہے۔

عمر کے آخری پڑاؤ پچاس کی دہائی میں انہوں نے سبزی باغ پٹنہ کے حق منزل میں رہائش اختیار کی اور باری ساقی کے ہفتہ وار اخبار آدرش کے ادارتی بورڈ میں شامل ہوئے، اٹھنا، بیٹھنا، سہیل عظیم آبادی، شین مظفر پوری، وفا براہی اور باری ساقی کے ساتھ ہوتا تھا، دہلی سے ساغر نظامی (مدیر ایشیا و آج کل) سردار جگت سنگھ بانی مدیر رہنمائے تعلیم وغیرہ دہلی سے پٹنہ وارد ہوتے تو غوثی صاحب کے شب وروز ان کے ساتھ گذرنے لگتے، اس طرح ان کے ادبی شعور میں پختگی آتی گئی، دربھنگہ کے زمانۂ قیام میں مصور پرچہ ''حسن شباب'' کے نام سے نکالنے کا تجربہ تھا ہی، پٹنہ آنے کے قیام میں یہ تجربہ کام آیا اور پٹنہ کی سرزمین بھی ان کے لئے ہموار ہوگئی، مزاج تاجرانہ نہیں، مخلصانہ تھا، اس لئے پریس اور رسالہ کی آمدنی بہت زیادہ نہیں توقع سے کم تھی، جو آمدنی ہوتی تھی وہ بال بچوں پر کم دوستوں اور حب الوطنی پر زیادہ خرچ ہوتا، پٹنہ کے قیام کے دوران ان کا مشغلہ خطاطی سکھانے کا بھی تھا، ان کے شاگرد اس فن میں کئی ہوئے، لیکن شہرت عبدالرحمٰن صوفی کو ملی۔

غوثی صاحب کی شادی جڑوہہ حاجی پور ضلع ویشالی کے متمول اور صاحب ثروت خاندان میں تھی، شاہ محمد حسین رمز حاجی پوری (م ۱۹۲۴ء) بن شاہ واجد علی کی دختر نیک اختر ان کے نکاح میں تھی، رمز حاجی پوری صاحب دیوان شاعر تھے اس لئے غوثی صاحب کی ادبی بصیرت میں محمد حسین رمز حاجی پوری کی مجلسوں میں حاضر باشی کا بھی بڑا عمل دخل تھا۔

بیعت حضرت مولانا اعجاز احمد بدایونی سے تھے، اسی مناسبت سے وہ اپنے نام کے ساتھ غوثی الاعجازی لکھا کرتے تھے، اس کے لئے وہ بدایوں کا سفر کرتے رہتے، تاکہ پیر کی صحبت میں ۱۹۵۵ء کچھ وقت گذار سکیں۔

مطیع الرحمٰن غوثی نے اپنے آبائی گاؤں بھیرو پٹی دلسنگھ سرائے ضلع سمستی پور میں اس دنیا کو الوداع کہا، تدفین مقامی قبرستان میں علاقہ کے مشہور بزرگ حضرت محامد غوث بخاری کے مزار کے قریب ہوئی، پس ماندگان میں سے ایک لڑکا سید ضیاء الرحمٰن غوثی حیات ہیں جنہوں نے ادب اطفال پر بہت کام کیا ہے اور ادبی دنیا میں متعارف ہیں۔

محمد منیر عالم سہرساوی

افسوس ہے کہ ہمارے شہر پٹنہ کے ایک بالغ نظر دانشور جناب بھائی محمد منیر عالم بن جناب محمد امیر الدین مجہول سہرسہ گذشتہ ۲۶/نومبر ۲۰۱۸ء کو رب کائنات سے جاملے، اناللہ وانا الیہ راجعون، مرحوم کی عمر ۶۵ سال کے قریب تھی، ادھر کئی مہینوں سے عارضہ قلب میں مبتلا تھے، پہلے شوگر کے مرض نے اعصاب کو کمزور کیا، پھر اس نے دونوں گردے کو نشانہ بنایا اور اس کو بری طرح متاثر کردیا، جس کے باعث ہفتہ میں دو مرتبہ ڈائلیسیس ہوا کرتا تھا کہ کسی طرح صحت وتندرستی بحال ہوجائے اس کے لئے سیکڑوں جتن کئے گئے، ازیں قبل دہلی اور پٹنہ کے متعدد ماہر فن اطبا کی تشخیص بھی جاری تھی، کچھ افاقہ ہوتا تو ہم لوگ کافی پرامید ہوجاتے تھے، (بقیہ صفحہ ۱۰/پر)

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

متاع بنگالہ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

متاع بنگالہ، سبکدوش استاذ جناب عبدالمجید حاجی پوری (ولادت ۵/جنوری ۱۹۵۳ء) بن منیر الدین باغ ملی سانچی پٹی حاجی پور کی پہلی تصنیف ہے، ان کی تعلیم کولکاتا میں ہوئی، وہیں سے انہوں نے بی اے اور ام اے کیا، اس طرح کولکاتا جوان کے دور میں کلکتہ ہوا کرتا تھا، ان کے رگ وپے میں سرایت کرگیا، ان کا موضوع اردو زبان وادب تھا، اردو سے ہی انہوں نے آنرس اور پھر ام اے کیا، اس طرح بنگال کے شعراء وادباء سے ان کی دلچسپی فطری طور پر بڑھتی رہی، درس وتدریس کے لیے انہیں بہار کی زمین ملی، لیکن وہ عہد جس میں انہوں نے شعور کی آنکھیں کھولیں، پلے بڑھے وہاں کی یادیں ذہن سے محو نہیں ہوئیں، سبکدوشی کے بعد انہوں نے ان تمام مضامین ومقالات کو جو عموماً قومی تنظیم اور پندار میں چھپے تھے، مرتب کیا، اور چار سو چھپن صفحات پر اپنا مجموعۂ مضامین ''متاع بنگالہ'' کے نام سے لے کر میدان میں آئے، عبدالمجید حاجی پوری لکھنے پڑھنے کے آدمی ہیں، یہ معلوم تو پہلے سے تھا، دروغ برگردن راوی کہنے والے تو یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے قریب بیٹھنے والے کئی لوگوں کو مصنف ومؤلف بنادیا، مگر اپنی چیزیں مارکیٹ میں لانے سے کتراتے رہے، سبکدوشی کے بعد وقت بھی فارغ تھا اور اردو ڈائرکٹوریٹ نے مالی تعاون پیش کردیا تو یہ کتاب منظر عام پر آگئی۔

کتاب دو باب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں رابندر ناتھ ٹیگور، رضا علی وحشت، سید غلام محمد مست کلکتوی، قاضی نذر الاسلام اشک امرتسری، جرم محمد آبادی، پروفیسر عباس علی خاں بے خود، پرویز شاہدی، سالک لکھنوی، جمیل مظہری، ابراہیم ہوش، مضطر حیدری، احسان دربھنگوی، حرمت الاکرام، علقمہ شبلی، مظہر امام، سوز سکندر پوری، ظہیر ناشاد دربھنگوی، قیصر شمیم، اعزاز افضل، وکیل اختر، اویس احمد دوراں کے فکر وفن پر ان کی شاعری اور کتابوں کے حوالہ سے روشنی ڈالی گئی ہے اور شعر وادب میں ان کے مقام ومنصب اور ان کے وہب وعطا کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں بنگال میں اردو زبان کے آغاز وارتقا ترقی پسند تحریک اور کلکتہ بنگال کا پوتھی ادب، سفرناموں کی ادبی حیثیت، غالب کا سفر کلکتہ، الہلال اور کلکتہ، ابراہیم ہوش بنگال کے نامور صحافی، کلکتے میں پروفیسر وہاب اشرفی کے شب وروز، جیوتی باسو بنگال کے نامور سیاست داں کے عنوان سے بقول مصنف ''بنگال کے نثری منشآت'' کا محاکمہ کیا گیا ہے، منشآت کا لفظ میرے لیے نیا ہے، اس لئے اس بارے میں کچھ زیادہ نہیں سمجھ سکا، لغت میں ڈھونڈھتے سے کچھ نہ کچھ معنی مل ہی جائیں گے، لیکن غیر مستعمل سا ہے، سفرنامہ اور جیوتی باسو پر جو تحریر ہے، مصنف نے اسے نثری منشآت کے علاوہ لکھا ہے، لیکن یہ سب دوسرے ہی باب میں ہے۔

کتاب کا انتساب والدین کے نام ہے، جس سے عبدالمجید حاجی پوری کی سعادت مندی جھلکتی نہیں، جھلکتی ہے، کتاب کا نام ''متاع بنگالہ'' کل کا نام جزو کے ذریعہ رکھنے جیسا ہے، اس لیے کہ جن لوگوں پر خامہ فرسائی کی گئی ہے وہ بنگال کی متاع نہیں تھے، وہ سرمایہ کسی اور صوبے کے تھے؛ لیکن معاشی سمندر میں غواصی کی تیز خواہش نے انہیں کلکتہ پہونچا دیا تھا، پھر بعضے وہیں کے ہوکر رہ گیے اور بعضوں نے کچھ وقت گذار کر وطن اصلی کی طرف مراجعت کرلی، ان میں سے کئی تو بہار کے ہی گل سرسبد تھے اور بعد میں بھی بہار ہی ان کا مسکن رہا، قرآن کریم کے الفاظ میں یہ ردت علینا بضاعتنا یعنی ہماری پونجی اور سامان ہمیں ہی لوٹا دیا گیا ہے، البتہ اس پر مہر بنگال کے حوالہ سے لگائی گئی ہے۔

مضامین سارے تحقیقی نوعیت کے ہیں اور ان پر خاصی محنت کی گئی ہے، کتاب میں جرم محمد آبادی پر بڑا تفصیلی مضمون ہے، ان کے شاگردوں کی تعداد بھی رقم کردی جاتی تو ان کے شعر وادب کے اعتبار سے لاولد گذر جانے کا گمان نہیں ہوتا، جرم محمد آبادی کے دو شاگرد خیر وسطوی اور سراج سلطان پوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں، سراج سلطان پوری کا قلمی دیوان نور اردو لائبریری حسن پور گنگھٹی بکساما، ویشالی میں ہے، خیر وسطوی کا مجموعہ کلام ان کے صاحبزادہ علقمہ نے ڈاکٹر ممتاز احمد خان سابق پروفیسر بھیم راؤ امبیڈکر بہار یونیورسٹی کے حوالہ کیا تھا، دونوں مجموعہ منظر عام پر آجائے تو جرم محمد آبادی کے شاگردوں میں دو صاحب دیوان کا شمار ہونے لگے گا، سراج سلطان پوری کا دیوان کمپوزنگ کے مرحلہ سے گذر چکا ہے، مقدمہ لکھنا باقی ہے، جس کے لیے فرصت کی تلاش ہے، سراج سلطان پوری، پرتو لکھنوی اور نواب دہلوی سے بھی اصلاح لیا کرتے تھے، پرتو لکھنوی کی اصلاح بعض غزلوں میں میں نے دیکھی ہے، متاع بنگالہ میں ان حضرات پر کچھ تحریریں آجاتیں تو ہم جیسوں کو کمی کا احساس نہیں کھٹکتا، کاش اس کا اگلا ایڈیشن آئے تو مزید اضافہ ہوسکے، دوسری جلد کے طور پر بھی اسے مرتب کیا جاسکتا ہے، کتاب کا حرف آغاز جو مرتب کی طرف سے مقدمہ کی جگہ ہے، انتہائی وقیع اور معلوماتی ہے، جس میں بنگال کی مختصر ادبی تاریخ سما گئی ہے، مصنف نے کلکتہ اور اس کے نواح میں جو ادبی کام ہوئے، اسے اس طرح متعارف کرایا ہے کہ وہ بھی دہلی، لکھنو اور عظیم آباد کے بعد ایک ادبی اسکول کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتا ہے، پروفیسر محمد منصور عالم سابق صدر شعبہ فارسی گوہاٹی یونیورسٹی نے لکھا ہے کہ ''مصنف نے بڑی فنکاری اور اپنی علمی وادبی بصیرت کے ذریعہ بنگال کے ماضی اور جدید تخلیق کاروں کی تخلیقیت اور تخلیقی رنگ کو عصر حاضر کی قاری کی دلچسپی کا ذریعہ بنادیا ہے۔''

واقعہ یہ ہے کہ بہت دنوں بعد عبدالمجید حاجی پوری نے ایک ایسی کتاب پیش کی ہے جس کو پڑھ کر تحقیق وتنقید کے گرتے معیار کے سلسلے میں اچھی امید قائم ہوتی ہے، مجھے اس کتاب کی طباعت پر مبارکباد دیتے ہوئے خوشی محسوس ہورہی ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰/پر)

گزشتہ سے پیوستہ

علومِ اسلامی کے میدان میں مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کی خدمات

عبدالباسط ندوی المعہدالعالی امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

سخن وری: آپ شاعر بھی تھے اچھے اشعار و نظم اور نعت کہا کرتے تھے اور پڑھنے کا انداز بھی بہت خوب تھا جب وہ اپنی پراثر آواز میں مخصوص ترنم کے ساتھ پڑھتے تو سماں بندھ جاتا، آنکھیں پرنم ہو جاتیں، مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ان نعتوں میں ان کی محبت، سوز اور بارگاہ نبوی سے عاشقانہ تعلق بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہو گیا ہے، ہندی کے میٹھے بول، مولانا کا ترنم اور نعت کا موضوع اس سب نے مل کر اس میں عجیب دلکشی اور دل آویزی پیدا کر دی ہے ،مولانا خود بھی اپنی آنکھوں کو قابو نہ رکھ سکتے اور سننے والے بھی متأثر اور آبدیدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکتے (پرانے چراغ:۱؍۴۷) بالخصوص نعت کے یہ دو تین بند جنہیں سننے کے ساتھ ہی مولانا ابوالمحاسن سجاد رحمہ اللہ بانی امارت شرعیہ تڑپ تڑپ گئے روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئیں:

تمری دوریا کیسے چھوڑوں تم سے توڑوں تو کس سے جوڑوں
تمری گلی کی دھول بٹوروں تم رے نگر میں دم بھی توڑوں
جی کا اب ارمان یہی ہے اٹھوں پھر اب دھیان یہی ہے

(مولانا سید مناظر احسن گیلانی شخصیت اور سوانح:۴۰)

مولانا کی مجلسی گفتگو کا بھی یہی حال رہتا جو ان کی صحبت میں ایک مرتبہ بیٹھ جاتا وہ یہ کہتا ہوا اٹھتا ع

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی
اور یہ کہ وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

(پرانے چراغ:۱؍۵۸)

سید صباح الدین عبدالرحمٰن لکھتے ہیں: مذہبی، علمی، تاریخی، سیاسی جو موضوع بھی زیر بحث ہوتا، مولانا اپنی طباعی اور ذہانت سے کوئی نہ کوئی ایسا نکتہ پیدا کر دیتے کہ حاضرین ان ہی کی طرف مائل ہو جاتے، ان کی گفتگو میں ایسی رنگین سنجیدگی اور متین شوخی ہوتی کہ پوری مجلس زعفران زار بن جاتی اور ان قہقہوں میں بھی لوگ یہ محسوس کرتے کہ ان پر حکمت و دانش کی بارش ہو رہی ہے''۔(بزم رفتگاں:۲۰۹) ایک جگہ لکھتے ہیں: ''وہ اپنی ذہانت سے روزمرہ کی معمولی معمولی سی باتوں میں بڑے بڑے علمی نکتے پیدا کرتے رہتے تھے''۔(بزم رفتگاں:۱۹۹)

اسی کے ساتھ مولانا گیلانی ظریف الطبع بھی تھے، ہنسی مذاق اور دل لگی و خوش طبعی کی باتیں بھی کرتے رہتے تھے (دیکھیے مکاتیب گیلانی:۵۰ و بزم رفتگاں:۱۹۹)

علمی و ذہنی کمالات: مولانا کے علمی و ذہنی کمالات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالباری ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یوں مولانا کے علمی و ذہنی کمالات پر ایک بالکل اچٹتی یا غلط انداز نظر کا عالم یہ تھا کہ دس بیس منٹ جو پاس بیٹھ جائے ان کے تفوق سے مسحور ہوئے بغیر نہ اٹھتا، ہر طرح کے علمی و دینی معلومات کی بہتات، ان سے عجیب عجیب نتائج و استنباطات، پرُحسن تعبیر کی ندرت و برجستگی، ہر چیز بجائے خود در دامنِ دل کے لیے کرشمہ دلکش ہوتی، نجی و مجلسی گفتگو یا خطاب خاص سے اوپر عام خطاب یا خطابت سنیے، تو یہ کمالات اور زیادہ مبہوت کر دیتے، تقریر سے آگے تحریر و تصنیف کو دیکھیے تو گیلانی اشہب قلم اس میدان میں بھی بڑے سے بڑے ہم چشموں سے پیچھے نہیں، کماً نہ کیفاً، ایک متبحر عالم دین کی میزان پر رکھیے، تو معقول و منقول تفسیر و حدیث، فقہ و کلام، سیرت و سوانح، تعلیم و تصوف وغیرہ وغیرہ جس شعبہ میں جو کارنامہ چھوڑا ہے کیا اس کو صف اول کی ممتاز جگہ سے بھی کم کسی جگہ پر رکھا جا سکتا ہے، خالص عصری مطالبات یا نئے چلن کی چیزوں میں اسلامی پہلو سے جو بیسیوں مضامین و مقالات اور کتابیں ان کے قلم کی مرہون ہیں۔ ان میں مثلاً ایک اسلامی معاشیات کیا اپنے موضوع کے خاص نقطہ نظر سے کسی ہم پلہ کتاب کے مقابلے میں کم وزن ہے، یوں بھی بالعموم ان کے نوشتوں میں جدید مواد و معلومات پر جتنی اطلاع ملتی ہے خود جدید تعلیم کے دعویداروں میں بھی کتنے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ پھر تحقیق و تنقید کے جدید معیار پر بھی ان کی کتنی چیزیں ایسی ملیں گی، جن کے اخذ و استفادہ کے بل پر یورپ و امریکہ کی یونیورسٹیوں سے ڈاکٹریٹ نہ حاصل کر لی جا سکتی ہو، خود اپنے شاگردوں سے خود ہی ریسرچ کا کام لے اور کرا کے کتنوں کو ڈاکٹر بنا ہی دیا''۔ (مکاتیب گیلانی:۳۸)

حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ محقق گیلانی رحمہ اللہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''دور حاضر کے طبقہ علماء کے خواص میں نہیں اخص الخواص میں تھے، بلکہ کہنا چاہیے تھا کہ اپنی دقت نظر و نکتہ رسی کے لحاظ سے فرد فرید اور اپنی نظیر بس آپ ہی تھے، جامعہ عثمانیہ میں صدر شعبہ دینیات و شیخ الحدیث سالہا سال رہے اور نظر جیسی حدیث پر تھی ویسی ہی قرآن مجید، فقہ، اصول فقہ، کلام، تصوف اور معقولات پر بھی تھی، عقائد اہل سنت میں پختگی دیوبندی تعلیم و تربیت کی کھلی ہوئی برکت تھی۔ پھر جامعہ عثمانیہ میں بہ حیثیت استاد کے برسوں جو انگریزی خواں طلبہ اور اعلیٰ ڈگریاں رکھنے والے اساتذوں سے یکجائی رہی اس نے علوم جدیدہ اور مسائل حاضرہ سے بھی انہیں پوری طرح باخبر کر دیا تھا اور خیالات میں وسعت اور رواداری اس کا قدرتی نتیجہ تھی، خوش عقیدگی اور روشن خیالی، رسوخ فی الدین اور رواداری کی ایسی جامعیت کی نظیر کہیں اور شاید ہی مل سکے، مولانا بیک وقت مفسر، محدث، فقیہ، متکلم، معقولی اور صوفی صافی تھے، تاریخی مطالعہ کی وسعت و کثرت نے انہیں مؤرخ بھی بنا دیا تھا''۔ (وفیات ماجدی:۸۹) آگے لکھتے ہیں: ''تحریر کا سب سے بڑا وصف بے ساختگی و برجستگی تھی جب اور جس موضوع پر قلم اٹھایا بس لکھتے ہی چلے گئے جو عنوان دوسروں کو پامال نظر آتے تھے ان میں بھی وہ نئے نئے نکتوں کے انبار لگاتے جاتے۔ خشکی ان کا قلم جانتا ہی نہ تھا۔ تحریر کی سطر سطر جاندار ہوتی''۔ (وفیات ماجدی:۹۰)

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''مولانا عالموں میں عالم تھے، ادیبوں میں ادیب، مؤرخوں میں مؤرخ، فقیہوں میں فقیہ، محدثوں میں محدث، مفسروں میں مفسر، فارسی اردو ان کا یکساں مذاق تھا، شعر و شاعری کا ذوق اور سخن شناسی و سخن سنجی دونوں سے حصہ وافر ملا تھا، غرض وہ ہندوستان کی اس گزشتہ تہذیب و ثقافت کی یادگار تھے، جب فقیہ و محدث کے لیے خشک ہونے، اور عالم کے لیے شعر کو غیر موزوں پڑھنے کی شرط نہ تھی''۔ (پرانے چراغ:۱؍۶۴) آگے لکھتے ہیں: ''کچھ تو مولانا کی افتاد طبع اور شاید خاندانی لینت و رفق اور کچھ جامعہ عثمانیہ کے طویل تعلق اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور نئی نسل کے مسلسل سابقہ نے مولانا کی تحریر و تعبیر جدید ذہن کی رعایت اور دینی حقائق کے بیان کرنے میں حکمت و تدریج کا پہلو غالب کر دیا تھا اور وہ گویا ''کلموا الناس علی قدر عقولھم'' کے مشورہ پر عمل فرماتے تھے اور اس کو ''ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة'' کی تعمیل خیال فرماتے تھے، وہ اپنے عقائد و خیالات اور علم میں پورے راسخ و متصلب تھے۔ لیکن اپنے طرز بحث اور طرز تحقیق و استدلال میں بالکل عصری''۔(پرانے چراغ:۱؍۷۷) مزید لکھتے ہیں: ''مولانا گیلانی رحمہ اللہ کا یہ توسع اور ان کی تمام عصریت و حکمت تحریر و تعبیر اور استدلال ہی میں تھی، عقائد و نصوص اور حدود دین کے بارے میں وہ اتنے ہی متصلب و متشدد اور ویسے ہی غیور و حساس واقع ہوئے تھے، جیسے ان کے اساتذہ و شیوخ کرام اور علمائے حق، جب کبھی وہ تحریف دین کی کوئی کوشش یا دین کی ترجمانی میں کوئی بے اعتدالی، یا آزادی یا غلط اجتہاد دیکھتے تو برداشت نہ کر سکتے''۔(پرانے چراغ:۱؍۷۸) مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ ہی لکھتے ہیں: ''مولانا کی اسی جامعیت نے ان کو اپنے معاصر علماء میں ایک امتیاز بخشا تھا، اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو ان کی تصنیفات کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

برکف جام شریعت برکف سندان عشق (پرانے چراغ:۱؍۸۰)

آخر میں لکھتے ہیں: ''بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے، وسعت نظر، وسعت مطالعہ، رسوخ فی العلم اور ذکاوت میں ان کی نظر اس وقت ممالک اسلامیہ میں ملنی مشکل ہے، والغیب عنداللہ، تصنیف و تالیف کے لحاظ سے وہ عصر حاضر کے عظیم مصنفین میں شمار کیے جانے کے مستحق ہیں، انہوں نے اپنی کتابوں میں جو مواد جمع کر دیا ہے وہ بیسیوں آدمیوں کو مصنف اور محقق بنا سکتا ہے، اس ایک آدمی نے تن تنہا وہ کام کیا ہے، جو یورپ میں پورے پورے ادارے اور منظّم جماعتیں کرتی ہیں، ان جیسا آدمی برسوں میں پیدا ہوا تھا، اور اب ان جیسا آدمی شاید برسوں میں بھی پیدا نہ ہو۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(پرانے چراغ:۱؍۸۵)

زور بیاں: آپ سلطان القلم ہی کی طرح سلطان اللسان بھی تھے، تحریر کی طرح تقریر میں بھی بے پناہ قدرت تھی خصوصاً سیرت کے موضوع پر کافی جوش و خروش اور پوری دلچسپی سے بیان فرماتے تھے، حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''آپ کا جو والہانہ اسلوب تحریر میں پایا جاتا تھا وہی والہانہ رنگ تقریر میں بھی تھا، آپ اپنے علم و فضل ،معلومات، کثرت مطالعہ، دقت نظر، نکتہ رسی، دقیقہ سنجی میں نادر روزگار تھے''۔ (پچاس مثالی شخصیات:۱۴۷ بحوالہ مولانا سید مناظر احسن گیلانی شخصیت اور سوانح: ص۵) سید صباح الدین عبدالرحمٰن لکھتے ہیں: ''ان کو واعظانہ رنگ کے علاوہ تبلیغی، علمی اور کبھی کبھی سیاسی تقریر کرنے میں بڑی قدرت حاصل تھی، وہ اپنی تقریر کی ''متین شوخی'' سے لوگوں کو ہنساتے تو اپنے ''عالمانہ استدلال'' اور ''عارفانہ نکتہ وری'' سے ان کو متاثر بھی کرتے تھے''۔ (بزم رفتگاں:۲۰۶)

فکری تعمیر و ذہن سازی: مولانا گیلانی رحمہ اللہ کا ایک زبردست کارنامہ جدید علوم کے طلبہ و اساتذہ کے ذہن و دماغ میں اسلام کی حقانیت بیٹھانا ہے، ان کی فکر کو اسلام مخالف کے بجائے اسلام کی حمایت و نصرت میں تبدیل کرنا ہے، مولانا عبدالباری ندوی جو جامعہ عثمانیہ میں ان کے شریک کار رہے اور اس جدید تعلیم گاہوں کے اونچ نیچ سے پورے واقف ہی نہیں بلکہ تجربہ سے گزرتے رہے لکھتے ہیں: ''نہ جاننے والے اندازہ ہی نہیں کر سکتے کہ جدید علوم و فنون کے معلمین، ان کی تعلیم گاہیں اور ان میں تعلیم و تربیت کا ماحول سب ملا کر دین حق میں ایسے سمِ قاتل کا حکم رکھتے ہیں کہ کوئی بہت بڑا ''بطنی سعید'' ہی عمل تو عمل ایمان کو بھی صحیح سلامت لے کر ان سے باہر آپاتا ہوگا، لیکن جاننے والے یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت گیلانی کے زیر درس دینیات لازم کے ان سیکڑوں طالب علموں میں کوئی بہت بڑا ''بطنی شقی'' ہی ہوتا ہوگا جو ہر روز ان کے تازہ بتازہ درسوں سے تازہ بتازہ ایمان لے کر نہ باہر آتا ہو'' (مکاتیب گیلانی:۵۷) آگے لکھتے ہیں: ''مضامین و مقالات اور تصانیف میں تدوین حدیث و تدوین فقہ جیسی خالص دینی چیزوں تک کا خاص ہدف دین کے باب میں نئے نئے وساوس و خطرات والوں ہی کو پائیں گے۔ ہر پھر کر مطلب و مدعا یہی ہوتا کہ معنی و عبارت و عنوان معنون ہر راہ سے گھیر گھار کر نام نہاد اپنے روشن خیال بھائیوں کو ''ظلمات بعضها فوق بعض'' کی تہ بتہ تاریکیوں سے کسی نہ کسی طرح گھسیٹ کر عمل نہ سہی کم از کم ایمان کی روشنی میں تو لا کھڑا کر دیں، غرض یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ مولانا گیلانی نے اپنی تحریری و تقریری پوری زندگی کا سب سے بڑا مشن اپنے نئے بھٹکے ہوئے بھائیوں کی دستگیری کو بنا رکھا تھا''۔ (مکاتیب گیلانی:۵۹) مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''مولانا ایک نہیں متعدد شاگردوں میں دینی و علمی ذوق کی روح پوری طرح پھونک گئے ہیں اور ان لوگوں نے جو اہم دینی خدمات علمی رنگ میں کی ہیں ان کے اجر کے بھی بڑے حقدار خود مولانا ہی ہیں'' (وفیات ماجدی:۹۱)

اسکول و کالج میں پڑھنے والے مسلم طلبہ کو دین و اسلام سے قریب کرنے کے لیے مولانا کی ایک خاص تجویز دارالاقامہ قائم کرنے کی تھی، وہ یہ سمجھتے تھے کہ بڑے بڑے اسکول و کالج قائم کرنا نہ آسان ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت بلکہ طلبہ انہیں اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں البتہ ان کے قیام کے لیے جگہ جگہ دارالاقامہ تعمیر کی جائے انہیں دینی غذا اور بہتر تربیت فراہم کی جائے اس طرح ان کو اسلام سے قریب کر کے دیندار بنایا جا سکتا ہے اور اسکولی تعلیم کی فکری اور عملی ارتداد سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے مکاتیب گیلانی کا مقدمہ:۶۰ تا ۶۴ از مولانا عبدالباری ندوی) وہ جدید تعلیم کی عالمگیر وباو کلی مرض کا یہ اصلی کلی و عملی علاج تصور کرتے تھے، مولانا گیلانی رحمہ اللہ دارالاقامہ یا اقامت خانہ کی تجویز کی تائید اور ضرورت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے بھی شدت سے محسوس کی اور خصوصاً یورپ کے سفر سے واپسی پر اپنا یہ تاثر دیا ''جہاں تک مسلمان طلبہ اور نوجوانوں کا تعلق ہے، جو یہاں لاکھوں کی تعداد میں انگلستان، فرانس، جرمنی اور اسپین میں زیر تعلیم ہیں ان کی اصلاح و تربیت اور ان کی اسلامیت کی حفاظت کے لیے سب سے بہتر نسخہ وہ ہے جو ہندوستان کے لیے مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ نے تجویز کیا تھا اور اب ہمارے مولانا عبدالباری ندوی اس کے علمبردار و داعی ہیں یعنی طلبہ کے لیے اقامت خانوں کی تاسیس اور ان میں اچھے نگراں اور مربی کا انتظام'' (مکاتیب گیلانی:۳۰،۷)

(بقیہ صفحہ ۱۰ ر پر)

ترکی اورامریکہ کی کش مکش

عبدالباری مومن (بھیونڈی)

اتاترک کے زمانے سے ہی ترکی یوروپی یونین کی مکمل رکنیت حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہاہے، دوسری طرف یوروپی یونین نے ہمیشہ ٹال مٹول کا رویہ اختیار کررکھا ہے اوراب تو ترکی پر اسلام پسندوں کا غلبہ ہوجانے کے بعد یوروپ کو ترکی سے اوربھی شکایت پیدا ہوگئی ہے، حالانکہ ترکی نے اس کے لیے مکمل طور پر جمہوری طریقہ اپنایا ہے، وہ اب بھی دستوری اعتبار سے ایک سیکولر جمہوریہ ہی ہے، حکومت میں فوجی عمل دخل بالکل نہیں باقی رہا ہے، ۲۰۱۸ء کے الیکشن میں چھیاسی فی فیصد رائے دہندگان نے حصہ لیا ہے، جو پورے یوروپ میں سب سے زیادہ ہے۔

ناٹو میں امریکہ کے بعد ترکی ہی سب سے بڑا شریک ہے، اس کے پاس یوروپ کی سب سے بڑی فوج ہے، بات صرف اتنی ہی ہے کہ صدر رجب طیب اردغان صدر امریکہ کی ہٹ دھرمی قبول کرنے کے لیے تیارنہیں ہیں، جب ترکی نے امریکہ میں پناہ گزین اپنے شہری فتح اللہ گولن کو حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا تو امریکہ نے انکار کردیا، اب وہ ترکی کے خلاف سازش کے شبہ میں گرفتار اپنے پادری کی رہائی کے لیے ترکی پر زبردست دباؤ بنا رہا ہے اوراس حد تک کہ اس نے ترکی کی معیشت کو ڈانواڈول کرنے کے لیے اس کی برآمدات پر دوگنا محصول عائد کردیا ہے، اس کے جواب میں ترکی نے بھی امریکہ کی اپنے یہاں برآمد کی جانے والی اشیا خاص طور سے آٹو موبائل اور کاسمیٹکس پر محصول بڑھا دیا ہے، ترکی اس معاملے میں زیادہ خسارہ اٹھا رہا ہے، اس کی کرنسی لیرا کی قیمت میں تقریبا چالیس فیصد کمی آگئی ہے، مغربی ماہرین معیشت کہہ رہے ہیں کہ ترکی کو ارجنٹائنا کی مثال سامنے رکھنی چاہیے، جہاں اسی طرح کی صورت حال پیدا ہونے پر اس ملک نے اپنے مرکزی بنک کی شرح سود میں اضافہ کردیا تھا اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ سے امداد حاصل کرکے اپنی معیشت کو سہارا دیا تھا؛ بلکہ اس نے تو یہ قدم دومرتبہ اٹھایا تھا، جب کہ صدر اردغان نے ترکی کے مرکزی بنک کو شرح سود بڑھانے سے روک دیا ہے اوروہ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ سے بھی کوئی قرض حاصل نہیں کرنے جارہے ہیں، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے یہ دونوں اقدامات ایک ساتھ کرنا ہوں گے اوراس کا فائدہ بالواسطہ امریکہ کو ہی پہونچے گا، طیب اردغان یہ بھی جانتے ہیں کہ صرف ایک عارضی قدم ہے، کوئی مستقل حل نہیں ہے، امریکہ اپنے اس اقدام کے ذریعہ ایک تیر سے دوشکار کرنا چاہتا ہے، حالانکہ طویل مدت میں اسے بھی نقصان اٹھانا پڑے گا، ناٹو کے ایک اہم ممبر سے بلاوجہ مخاصمت کا رویہ اختیار کرنا کسی بھی صورت میں مناسب نہیں ہوسکتا، امریکہ کے اس اقدام سے عالمی مارکیٹ میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا ہے، عالمی تجارت ایک کثیر جہتی عمل ہے، اسے مقررہ تجارتی اصولوں کے تحت چلایا جاتا ہے، اس کو کامیابی سے چلانے کے لیے بالغ نظری سے کام لینا ضروری ہے، طفلانہ عناد کو اس میں دخل دینا خطرناک ہوسکتا ہے۔

دوعالمی لیڈروں کی سیاسی لڑائی نے ایک تجارتی تصادم کا راستہ اختیار کرلیا ہے اوران دوممالک کے درمیان ایک تعطل پیدا ہوگیا ہے، دونوں میں سے کوئی پیچھے ہٹنے کے لیے تیارنہیں ہے، اگر تعطل اسی طرح برقرار رہا تو کس ملک کی معیشت پر کیا اثر پڑے گا، اس کا صحیح فیصلہ تو مستقبل ہی کرے گا۔

مغرب کو ترکی کے تعلق سے اپنے نقطہ نظر میں تبدیلی پیدا کرنی چاہیے، صدر رجب طیب اردغان نے تو اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے اقدامات شروع کردیئے ہیں، قطر کے ساتھ ترکی کا پندرہ بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کا معاہدہ ہوچکا ہے، اس میں قطر فوری طور سے تین بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کرنے جارہا ہے، ترکی کا خیال ہے کہ اس طرح وہ امریکہ سے درآمد پر اپنا انحصار کم سے کم کرسکے گا، اگرچہ مغربی ماہرین معاشیات کا خیال ہے کہ اس اقدام سے ترکی کو ڈالر تو مل جائے گا، لیکن بین الاقوامی تجارت میں اس کی وہ ساکھ باقی نہیں رہے گی جو اسے امریکہ سے تجارت کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے، امریکہ کی اس طفلانہ حرکت سے ترکی کو مختصر مدت میں تو یقیناً تکلیف ہوگی؛ لیکن امریکہ بھی اس سے طویل مدتی نقصانات سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، سرمایہ کاری کے لیے ترکی فرانس سے بھی گفتگو کررہا ہے، فرانس نے ترکی کے ساتھ تعاون کا وعدہ بھی کیا ہے، اسی طرح چین نے بھی ترکی کی معاونت کا وعدہ کیا ہے، لیرا کی قیمت میں کمی کے اثرات دیگر ترقی پذیر ممالک پر بھی پڑرہے ہیں، بھارت کی مثال بالکل سامنے ہے، جہاں روپیہ کی قیمت میں کمی دیکھی جارہی ہے، جنوبی افریقہ کی کرنسی پر تو بے ہوشی کی کیفیت طاری ہے، اس کا سیدھا نتیجہ یہ ہوگا کہ اب ترقی پذیر ممالک امریکہ کی بجائے چین کی طرف متوجہ ہوں گے، بلکہ اس کا سلسلہ تو شروع بھی ہوگیا ہے، صدر اردغان نہ صرف بیرونی ممالک سے تعاون حاصل کرنے کی جدوجہد کررہے ہیں، بلکہ انہوں نے یہ عزم کیا ہے کہ درآمد پر انحصار کم کرنے کے لیے مقامی صنعتوں کو فروغ دیں گے، انہوں نے اپنے عیدالاضحیٰ کے پیغام میں عوام سے یہ گذارش بھی کی ہے کہ وہ خدا سے دعا مانگیں۔

ترکی کی حزب مخالف پارٹی سی ایچ پی نے حکومت کے اقدامات پر سخت تنقید کی ہے، اس کا کہنا ہے کہ صدر اردغان اپنے اقدامات کے ذریعہ ترکی کی پیداواری صلاحیت پر بے جا بوجھ ڈال رہے ہیں، اس سے پیداواری صلاحیت بڑھنے کے بجائے کم ہوگی، جب کہ یہ صاف ظاہر ہے کہ لیرا کی قیمت میں کمی پیدا کرنے کا باعث صرف اور صرف امریکہ ہے، اردغان کا کہنا ہے کہ امریکہ کی طرف سے ترکی کی معیشت پر کیا گیا یہ حملہ براہ راست ترکی کے پرچم پر حملہ ہے، امریکی کانگریس کے وسط مدتی انتخابات کے موقع پر پادری برنس کے معاملے کو لے کر امریکہ ترکی کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی سازش کررہا ہے، وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ جو طاقتیں ترکی کو دہشت گرد تنظیموں اورفوجی بغاوت کے ذریعہ شکست نہ دے سکیں، وہ زرمبادلہ کے ذریعہ ترکی کو کیا زک پہنچا سکتے ہیں، ترکی وہ ملک ہے، جس نے فریڈم فلوٹیلا کے معاملے میں اسرائیل جیسے ملک کو بھی معذرت کرنے پر مجبور کردیا تھا، اب تو مغربی ماہرین بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ اس تعطل کو ختم کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اوروہ یہ کہ امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ اپنی ضد چھوڑ دیں، جیسا کہ انہوں نے شمالی کوریا کے معاملے میں کیا ہے۔

ارتداد کی خاموش لہر اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا منور سلطان ندوی

گذشتہ دنوں مسلم لڑکیوں کے غیر مسلم لڑکوں سے شادی کے متعدد واقعات پیش آئے ہیں، یہ واقعات انتہائی تکلیف دہ ہیں، یہ جہاں ملت کے لیے بدنما داغ ہیں، وہیں خاندان کے سرپرستوں، نوجوانوں اورملت کے لیے فکرمند رہنے والے ملی رہنماؤں کے سامنے بھی بہت سے سوالات کھڑے کررہے ہیں، ان واقعات پر ٹھنڈے دل سے سوچنا ضروری ہے، یہ بہت ہی خطرناک کھیل ہے، جس سے مستقبل میں کئی طرح کے دینی، ملی وسماجی مسائل پیدا ہوں گے، اگراس جانب سنجیدگی سے توجہ نہیں دی گئی اورفوری اقدامات نہیں گئے تو آئندہ کے حالات بہت بھیانک ثابت ہوسکتے ہیں۔ان واقعات سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت غیروں نے مسلمانوں کے ایک کمزور پہلو پر کاری ضرب لگانے کا منصوبہ بنایا ہے اوروہ اس میں کسی حد تک کامیاب نظر آرہے ہیں، جس طرح ریوڑ سے بچھڑے بکرے کا شکار بھیڑ کے لیے بہت آسان ہوتا ہے، اسی طرح دین سے ناواقف اوردینی ماحول سے دور نوجوان لڑکیوں کے لیے ذہین اورہوشیار صیاد کے بچھائے ہوئے جال میں پھنسنا؛ بلکہ ان کے کھودے ہوئے کنویں میں گرنا آسان ہوتا ہے، اس وقت انہیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ اپنی سب سے قیمتی متاع یعنی ایمان کو محبت نام کی جس کوڑی کے عوض بیچ رہی ہیں، چند دنوں بعد وہ کوڑی بھی ہاتھ نہیں آئے گی؛ بلکہ انہیں ذہنی اورنفسیاتی کرب اورتکلیف سے گذرنا ہوگا، اس کا اندازہ ابھی انہیں نہیں ہے۔

اس وقت سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ کس طرح نئی نسل کی لڑکیوں کو اس بچھائے ہوئے جال سے بچایا جائے، نئی نسل تک پہونچنے کے لیے نئے ذرائع کا سہارا لینا ضروری ہے، اس کام میں دینی مزاج رکھنے والی سہیلیاں اہم کردار ادا کرسکتی ہیں، سہیلیاں اپنی بہنوں کو غیروں کے ہاتھ میں جانے سے آسانی سے روک سکتی ہیں کہ بڑے بوڑھوں کی باتیں آج کی نئی جنریشن کی سمجھ میں کہاں آتی ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ کالج میں پڑھنے والی باشعور لڑکیوں کی اس جانب رہنمائی کی جائے؛ تاکہ وہ اپنی زبان میں اپنی بہنوں کو سمجھا سکیں۔ان واقعات نے تربیتی نظام پر سب سے بڑا سوالیہ لگایا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ موجودہ وقت میں زیادہ تر والدین اورخاندان کے سرپرستوں نے اس پہلو کو بھلا ہی دیا ہے، اچھے اسکول کی تلاش اور پرکشش پروفیشن کی چاہت ذہنوں پر اس قدر سوار ہے کہ اس کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا اور نیم پر کریلا چڑھا یہ کہ آزادی کے نام پر بچوں کو شتر بے مہار چھوڑ دیا جاتا ہے، وہ کیا کرتے ہیں؟ ان کی سرگرمیاں کیا ہیں؟ وہ کب کہاں جاتے ہیں؟ رات میں گھر کب واپس آتے ہیں؟ ان کا اٹھنا بیٹھنا کس طرح کے دوستوں کے ساتھ ہوتا ہے؟ یہ باتیں تو اب دقیانوسی سے آگے پتھر کے زمانے کی بات سمجھی جاتی ہے، حالانکہ تربیت کا تانا بانا انہیں بنیادوں پر قائم ہیں، جن گھروں میں والدین اپنے بچوں کی نگرانی کرتے ہیں اور تعلیم کے ساتھ ان کی ذہنی اورفکری تربیت کا بھی انتظام کرتے ہیں، ان گھروں کے بچے تعلیم کے ساتھ شرافت اورادب وتہذیب میں بھی نمایاں وممتاز ہوتے ہیں۔

آج کے دور میں کسی قوم بالخصوص مسلمانوں کے لیے صرف یہ دیکھنا کافی نہیں ہے کہ اسکول بہت اچھا ہے اور تعلیم اچھی ہوتی ہے؛ بلکہ اس اسکول کی عمومی فضا بھی دیکھنا ضروری ہے، ذہنی بگاڑ کی شروعات زیادہ تر اسکول وکالج کے آزادانہ ماحول سے ہوتی ہے، بہت سے تعلیمی اداروں کا ماحول اخلاقی لحاظ سے انتہائی خراب ہوتا ہے، اسکول کے اساتذہ وذمہ داران خود آزادانہ ماحول کے پروردہ ہوتے ہیں؛ اس لیے وہ جدید ثقافت اور ترقی یافتہ تمدن کے نام پر اسی طرح کے ماحول کو باقی رکھنا؛ بلکہ اسے فروغ دینا چاہتے ہیں اورلڑکے لڑکیوں کے درمیان بے تکلفی اورآپسی دوستی کو خاموش طریقے سے بڑھاوا دیتے ہیں، اس لیے سرپرستوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنے بچوں کو اسکول میں داخلہ دلاتے وقت اسکول کے ماحول کے بارے میں بھی معلومات کریں، الحاد کے ساتھ اچھی تعلیم دینے سے ہزار گنا بہتر ہے کہ انہیں ایسے اداروں میں تعلیم دلائی جائے، جہاں ان کا ایمان محفوظ رہے۔

مسلم معاشرہ کا ایک بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ مختلف اسباب کی بنا پر بہت سی لڑکیاں شادی کی عمر ہونے کے بعد بھی شادی کے انتظار میں بیٹھی رہتی ہیں، ظاہر ہے کہ سماج کی طرف سے بے توجہی کی وجہ سے ایسی لڑکیوں کے ذہنوں میں اپنوں کے تئیں نفرت اورسماج سے بغاوت کا جذبہ پیدا ہونا امکان سے خارج نہیں ہے، خاموش ذہنی اذیت سے گذرنے والی ایسی لڑکیاں ردعمل کے جذبہ میں غیروں کا استقبال کریں تو اس میں ان کا قصور کم اوراپنوں کا قصور زیادہ دکھائی دیتا ہے، اس صورت حال کے بڑے ذمہ دار ہمارے نوجوان ہیں جو چندے آفتاب اورچندے ماہتاب سے کم پر راضی نہیں ہوتے اورخود کچھ نہ ہونے کے باوجود بہت کچھ حاصل کرنے کا خواب دیکھتے رہتے ہیں، ایسی لڑکیوں کی شادی کی فکر کرنا سماج کے سربرآوردہ افراد اورخصوصا نوجوانوں کی ذمہ داری ہے، جب تک یہ صورت حال باقی رہے گی، طوفان کا امکان باقی رہے گا۔

اورسب سے اہم بات یہ ہے کہ آج مذہب سے رشتہ کمزور ہوگیا ہے، ایمان کی اہمیت دلوں میں بہت گھٹ گئی ہے اوراب معاملہ تو یہاں تک پہونچ چکا ہے کہ بہت سے افراد خود کو ماڈرن ثابت کرنے یا سیکولر ظاہر کرنے کی خاطر مسلمان کہلانے میں بھی شرم محسوس کرنے لگے ہیں، اس سے زیادہ اسلام کی بے توقیری اورکیا ہوسکتی ہے، جب دل میں اسلام کی عظمت نہ ہو، ایمان جیسی عظیم نعمت ختم ہوجائے، ہم یہ بھول جائیں کہ ہم پہلے مسلمان ہیں، بعد میں کچھ اورتو ایسی صورت میں خیر کی توقع کہاں باقی رہ جاتی ہے۔اسکول وکالج کی بچیوں کی دینی تربیت کے لیے ہفتہ وار تربیتی کلاسس کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے، اس کے ذریعہ ہی ایسی بچوں کی صحیح ذہن سازی ممکن ہوسکتی ہے اورانہیں اسلام کی بنیادوں سے واقف کرایا جاسکتا ہے، دینی تعلیم کے لیے قائم اداروں، ملی تنظیموں اورمسلمانوں کے زیرنگرانی چلنے والے عصری اداروں کو اس جانب توجہ دینا چاہیے۔

آج عام مسلمانوں اورخاص کر نئی نسل کے متزلزل ایمان اور کچے دھاگے کی طرح کمزور عقیدہ کو مضبوط کرنا سب سے بڑا کام ہے، یہی وقت کی پکار ہے اورحالات کا تقاضہ ہے، لہذا اس جانب سب سے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے، اگر ایمان سلامت نہیں رہا تو ساری ملی سرگرمیوں اورکاوشیں بے سود ہیں۔(الامان الامان)

قرض کے باعث تین لاکھ کسانوں کی خودکشی

شکیل اختر بی بی سی اردو ڈاٹ کام، نئی دہلی

ملک کی مختلف ریاستوں کے ہزاروں کسانوں نے ملک کے ارکان پارلیمان سے مطالبہ کیا ہے کہ انہیں بدحالی سے نکالنے کے لیے ان کے تمام قرضے معاف کرنے اور ان کی پیداوار کی منافع بخش قیمت کی ضمانت دینے کے قوانین کو وہ پارلیمنٹ میں منظوری دلائیں۔ ہزاروں کسانوں نے جمعہ کو دارالحکومت دلی میں پارلیمنٹ تک مارچ کیا۔ الگ الگ رنگ کے پرچم لیے ہوئے، اپنی اپنی زبانوں میں نعرے لگاتے ہوئے کسانوں کی یہ ٹولی رام لیلا میدان سے پارلیمنٹ تک گئی، ان سبھی کے مسائل مشترک تھے، یہ سبھی بدحالی سے گزر رہے ہیں۔

اترا کھنڈ سے آنے والے ایک کاشت کار بلجیت سنگھ نے کہا: ''مودی جی جب اقتدار میں آئے تو انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ سبھی کے قرضے معاف کریں گے۔ کسی کے پندرہ روپے معاف کیے گئے کسی کے بیس روپے معاف کیے تو کسی کا وہ بھی نہیں کیا۔ جب تک ہمیں ہماری پیداوار کی منافع بخش قیمت کی ضمانت نہیں دی جاتی تب تک ہم اسی طرح قرض میں ڈوبے رہیں گے۔'' کسانوں کے مارچ کا اہتمام آل انڈیا کسان سنگھرش کمیٹی نے کیا تھا۔ اس میں دو سو سے زیادہ کسانوں کی تنظیمیں شامل ہیں۔ یوگیندر یادو کسانوں کی تحریک سے ایک طویل عرصے سے وابستہ رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کسانوں کے دو اہم مطالبات ہیں۔ پورے ملک میں کسانوں کے سبھی قرضے معاف کرنے اور دوسرے زرعی پیداوار کی منافع بخش قیمت کی ضمانت دینے کے دو بل پارلیمنٹ میں زیر غور ہیں انہیں منظور کیا جائے۔ یوگیندر کا کہنا ہے کہ کاشتکار گذشتہ حکومتوں میں بھی بدحال تھے، لیکن اس حکومت میں وہ بدترین حالت میں پہنچ گئے ہیں۔'' بیس برس میں تین لاکھ سے زیادہ کسانوں نے خودکشی کی ہے، کوئی اور جگہ ہوتی تو ملک ہل گیا ہوتا لیکن یہ انڈیا ہے یہاں حکومتوں پر غریبوں کی موتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا''

حکومت نے کسانوں کی آمدنی تین برس میں دوگنی کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ وہیں کی وہیں ہے، جبکہ پیداوار کی لاگت کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ سوکھے کی مار، ڈیزل، بیج، کھاد اور ضروری اشیا کی قیمتوں میں اضافے سے کاشت کاری ایک نقصان کا سودا بن کر رہ گئی ہے اور پورے ملک کو کھانا فراہم کرنے والے کسانوں کو خود کھانے کے لالے پڑ چکے ہیں۔

یوگیندر کہتے ہیں کہ ''کھیتی واحد ایسا کاروبار ہے جو گھاٹے کا بزنس ہے، میں پورے ملک میں کاشتکاروں سے ملا ہوں مجھے ایک بھی کاشتکار نہیں ملا جو اپنے بیٹے کو کاشتکاری کے پیشے میں ڈالنا چاہتا ہو، زرعی شعبہ ایک بحران سے گزر رہا ہے، زیر زمین پانی کی سطح کافی نیچے جا چکی ہے، مٹی کی زرخیزی میں بھی کافی کمی آئی ہے، موسمی تبدیلیوں کا براہ راست اثر کسانوں پر پڑ رہا ہے، اگر فصل اچھی ہوتی ہے تو قیمتیں گر جاتی ہیں، کسان ایک دائمی بدحالی کی گرفت میں ہیں۔'' ہریانہ کے کسان رہنما ماسٹر شیر سنگھ کہتے ہیں کہ ''جب الیکشن آتا ہے تو سیاسی پارٹیاں کسانوں کے پاس آتی ہیں اور جب اقتدار میں آجاتی ہیں تو وہ کارپوریٹ اور سرمایہ کاروں کی سنتی ہیں، جب تک کسانوں کو پیداوار کی منافع بخش قیمت کی ضمانت نہیں دی جاتی اور اس کے لیے قانون نہیں بنایا جاتا تب تک کسانوں کی بدحالی دور نہیں ہو سکتی۔ حالیہ برسوں میں یہ پہلا موقع ہے جب ملک کے کسانوں کی دو سو سے زیادہ تنظیمیں ایک ساتھ آئیں اور کسانوں کی آواز موثر طریقے سے پارلیمنٹ تک پہنچائی گئی۔

سال رواں اپریل کے مہینے میں بھی جنوبی ہند کے کسانوں نے مرکزی حکومت کے خلاف احتجاج کیا تھا اور جنتر منتر پر انسانی کھوپڑیوں اور منھ میں چوہوں کو دبائے ہوئے ریلی نکالی تھی، اس ریلی میں شریک ۶۵/سالہ چنا گوڈانگی پالانیسامی جنوبی ریاست تمل ناڈو کے کسانوں کی حالتِ زار کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ ''میں اور میرے کسان ساتھی یہ پیغام دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اگر حالات میں تبدیلی نہ ہوئی تو ہم چوہے کھانے پر مجبور ہو جائیں گے۔'' ان کسانوں نے وہاں چالیس روز سے زیادہ دھرنا دیا، ان کا تعلق تمل ناڈو کے ان علاقوں سے تھا جو گذشتہ برسوں میں شدید خشک سالی کی لپیٹ میں رہے ہیں۔ بظاہر ایسا لگتا ہے جیسے انڈیا نے اس خشک سالی کو بھلا دیا ہے۔ اس لیے پالانیسامی اور ان کے ساتھیوں نے حکومت پر دباؤ ڈالنے کا یہ انوکھا طریقہ اپنایا تھا۔

کسانوں کی بہتری کے لیے حکومتیں وقتاً فوقتاً کچھ اقدامات کرتی رہی ہیں لیکن اس سے ان کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آ سکی ہے، ماہرین کا کہنا ہے کہ کسانوں کی بدحالی دور کرنے کے لیے وقتی نہیں ایک مستقل حل کی ضرورت ہے۔

دوسری قسط

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم غیر مسلم مشاہیر کی نگاہ میں

سید محمد عادل فریدی

☆ ہندوستان کی آزادی کی تاریخ میں اینی بیسنٹ کا نام بہت ہی عزت اور احترام سے لیا جاتا ہے، انہوں نے اپنی کتاب The Life and Techings of Muhammad میں لکھا ہے کہ کسی ایسے شخص کے لیے ممکن ہی نہیں ہے، جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ان کی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہو کہ وہ آپ کی ذات اور آپ کی تعلیمات سے متاثر نہ ہو۔ آپ خدا کے عظیم ترین پیغامبر تھے۔ میں جب بھی اس معلم عرب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات کا مطالعہ کرتی ہوں تو میں اپنے اندر نئی توانائی اور سکون محسوس کرتی ہوں، اور ہر مرتبہ مجھے آپؐ کے تئیں ایک نئی طرح کی عظمت کا احساس ہوتا ہے۔

☆ تھامس کارلائل اپنی کتاب Heros and Heros worship میں لکھتے ہیں کہ ''میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ ان کی طبیعت میں نام ونمود اور ریا کاری کا شائبہ تک نہ تھا ہم انہیں صفات کے بدلے میں آپ کی خدمت میں ہدیہ اخلاص پیش کرتے ہیں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح ایک اکیلے انسان نے غیر مہذب اور غیر تعلیم یافتہ قبائل کو ایک بے حد مضبوط، تعلیم یافتہ اور مہذب قوم میں تبدیل کر دیا اور وہ بھی صرف دو دہائیوں کے اندر''

☆ ہندوستان کی تاریخ آزادی میں بلبل ہندوستان کے نام سے مشہور سروجنی نائیڈو اپنی کتاب Ideas of Islam, Speaches and writings میں لکھتی ہیں کہ ''اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے جمہوریت کی عملی تعلیم دی ہے، اسلام نے جمہوریت کی عملی تعلیم اس طرح دی ہے کہ جب مسجد سے نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے اور اللہ کی عبادت کے لیے بلایا جاتا ہے تو امیر غریب، راجہ اور رنک سب ایک صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور خدائے بزرگ وبرتر کی یکتائی اور کبریائی کے آگے روزانہ دن میں پانچ وقت سربسجود ہو جاتے ہیں''

مشہور زمانہ ادیب اور ڈرامہ نگار جارج برنارڈ شا اپنی کتاب The genuine Islam میں لکھتے ہیں کہ ''مجھے کامل یقین ہے کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجودہ دنیا کے حکمراں بن جائیں تو وہ موجودہ انسانی مصائب سے انسانیت کو نجات دلانے میں اور انسانی مسائل کا حل کر کے امن وسکون کی حکمرانی قائم کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ یقینی طور پر آپ انسانیت کے نجات دہندہ کہلانے کے مستحق ہیں۔ میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ آپ کا دین اور آپ کی تعلیمات کو آنے والے دنوں میں یورپ میں قبول کیا جائے گا اور یورپ میں آپ کے دین اور تعلیمات کو قبول کرنے کا آغاز ہو چکا ہے۔''

☆ اسٹینلی لین پول اپنی کتاب Table Talk of the prophet میں لکھتے ہیں کہ ''پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماننے والوں کے بہترین محافظ تھے، آپ نرم گفتار اور شیریں زبان تھے، آپ کی باتیں دلوں میں اثر انداز ہوتی تھیں اور انسان ان کو قبول کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ جو شخص بھی آپ کو دیکھتا تو آپ کے تئیں عظمت وتوقیر کے جذبات سے بھر اٹھتا تھا۔، جو آپ کے قریب جاتا آپ کا گرویدہ ہو جاتا اور آپ سے محبت کرنے لگتا۔ آپؐ کو دیکھنے والا آپ کے بارے میں کہنے پر مجبور ہو جاتا کہ اس نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسی شخصیت کہیں نہیں دیکھی، آپ اتنے عظیم منصب پر فائز تھے، اس کے باوجود جب آپ گفتگو کرتے تو نہایت سادگی اور نرمی سے کرتے لیکن آپ کی باتوں میں یقین واعتماد کی پختگی اور مضبوطی ہوتی تھی، اور کوئی شخص آپ کی بات کو فراموش نہیں کر سکتا تھا۔''

☆ جیمس اے مائکنر نے اپنی تصنیف Islam: The Misunderstood Religion, in reader's digest میں اس طرح رقمطراز ہیں: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے اسلام کی بنیاد ڈالی تقریبا 570 عیسوی میں عرب کے ایک ایسے قبیلہ میں پیدا ہوئے جو بتوں کی پرستش کرتے تھے، آپ یتیم ہی پیدا ہوئے تھے، آپ ہمیشہ غریبوں، ناداروں، یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں، غلاموں اور سماج کے پسماندہ لوگوں کی خبر گیری کرتے تھے۔ بیس سال کی عمر میں آپ ایک کامیاب تاجر بن چکے تھے، اور اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد آپ ایک مالدار عورت کے اونٹوں کے قافلے کے سردار بنا دیے گئے، جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو آپ کے امپلائر (جن کے ماتحت آپ تجارت کرتے تھے) نے آپ کی صلاحیت کو پہچانا اور آپ کو شادی کا پیغام دیا جبکہ وہ آپ سے ۱۵ سال بڑی تھیں آپ نے ان سے شادی کی اور جب تک وہ حیات سے رہیں، آپ نے ایک وفادار شوہر کا فرض ادا کیا۔

تمام عظیم تر پیغمبروں کی طرح آپ کے پاس بھی اللہ کا فرشتہ اللہ کا پیغام وحی کی صورت میں لے کر آیا اور اس نے آپ سے پڑھنے کے لیے کہا، اگرچہ آپ پڑھے لکھے نہیں تھے، لیکن آپ نے اس خدائی کلام کی اثر انگیزی سے مغلوب ہو کر پڑھنا شروع کیا اور خدائے واحد کی یکتائی اور وحدانیت کا پہلا سبق پڑھا۔ آپ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ آپ کی پوری زندگی عملی اور پریکٹیکل ہے، آپ کی شخصیت دیومالائی اور افسانوی نہیں ہے۔

جب آپ کے بیٹے ابراہیم کا انتقال ہوا اس وقت سورج میں گرہن لگا، لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آپ کے محبوب بیٹے کے غم میں سورج کو گرہن لگ گیا ہے، لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اپنے صحابہ کے درمیان اعلان کیا کہ چاند اور سورج میں گرہن لگنا اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، اس کا تعلق کسی کے مرنے یا جینے سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق کسی کی پیدائش یا موت سے ثابت کرنا احمقانہ طرز عمل ہے۔ خود محمد صلی اللہ علیہ کے انتقال کے وقت ایک ہنگامہ برپا ہوا اور کچھ لوگوں نے آپ کے انتقال کے تعلق سے طرح طرح کی باتیں بنانی شروع کیں تو اسی وقت آپ کے خلیفہ اور صحابی نے لوگوں کے اس تذبذب کو ختم کیا اور اسلام کی مذہبی تاریخ کا عظیم تر خطاب کیا کہ اگر کوئی شخص محمد کی عبادت کرتا تھا تو جان لے کہ محمدؐ کا انتقال ہو چکا ہے، لیکن اگر تم خدائے واحد کی عبادت کرتے ہو تو جان لو کہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے زندہ رہنے والا ہے۔

☆ ڈاکٹر شیلے کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گذشتہ اور موجودہ لوگوں میں سب سے اکمل اور افضل تھے اور آئندہ ان کی مثال پیدا ہونا محال اور قطعاً غیر ممکن ہے۔

☆ ہربرٹ جارج ویلز اپنی کتاب Muhammad and Islam میں لکھتے ہیں کہ اسلام تنہا ایسا دین ہے، جس کے قبول کرنے پر دنیا کے تمام شریف لوگ فخر کر سکتے ہیں،، یہ تنہا ایسا دین ہے، جسے میں نے سمجھا ہے اور میں مکرر اس بات کو کہتا ہوں کہ وہ دین جو خلقت وآفرینش کے رموز واسرار سے آگاہ ہے اور تمام مراحل میں تمدن و ثقافت کے ہمراہ ہے، وہ فقط اسلام ہے۔

یہ تو چند نمونے ہیں جو قارئین کے سامنے پیش کیے گئے، ورنہ غیروں کے منھ سے آقائے نامدار فخر اولین وآخرین، پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی تفصیل بیان کی جائے تو دفتر کے دفتر سیاہ ہو جائیں مگر مدح ختم نہ ہو بس کنور مہندر سنگھ بیدی کے اس شعر پہ بات ختم کرتا ہوں:

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں ☆☆ صرف مسلم کا محمد پہ اجارہ تو نہیں

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

شام میں امریکی اتحاد کے فضائی حملے میں ۳۰/افراد ہلاک

شام کے مشرقی صوبے دیرالزور میں آج امریکی اتحاد کے فضائی حملوں میں کم از کم ۳۰/افراد ہلاک ہو گئے۔ان فضائی حملوں میں اسلامک اسٹیٹ کے قبضے والے الصفا شہر کو نشانہ بنایا گیا۔ حملوں میں ہلاک ہوئے لوگوں میں زیادہ تر خواتین اور بچے شامل ہیں۔(یو این آئی)

سعودی عرب ہندوستانی تیل کی ضروریات کی تکمیل کرے گا:شہزادہ محمد بن سلمان

G-20 کانفرنس میں حصہ لینے کے لئے دو روزہ ارجنٹینا کے دورے پر گئے وزیر اعظم نریندر مودی نے جمعہ کو بیونس آئرس میں سعودی عرب کے شہزادے محمد بن سلمان کے ساتھ ملاقات کی، اس میٹنگ کے دوران سعودی عرب نے ہندوستان کی پٹرولیم ضرورتوں کو پورا کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ دونوں رہنماؤں نے معاشی، سیاسی، سلامتی، فوجی اور ثقافتی شعبوں میں دوطرفہ تعاون پر بات چیت کی۔(یو این آئی)

افغانستان کو چالیس ہزار ٹن گیہوں تحفے میں دے گا پاکستان

پاکستان کی معاشی کوآرڈی نیشن کمیٹی (ای سی سی) نے افغانسان کو چالیس ہزار ٹن گیہوں تحفے میں دینے کی منظوری دی ہے، جس کی مالیت ایک ارب تہتر کروڑ روپے ہے۔ پاکستانی وزیر خزانہ اسد عمر کی صدارت میں جمعہ کو ای سی سی کی میٹنگ میں اس فیصلے کو منظوری دی گئی۔ (یو این آئی)

اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کا فلسطینوں کی حمایت جاری رکھنے کا وعدہ

اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل انتونیو گوٹریس نے فلسطینیوں کی حمایت کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے کہا کہ اقوام متحدہ پوری سختی سے فلسطینی عوام کے ساتھ کھڑا ہے۔مسٹر گوٹریس نے بدھ کو ”فلسطینی عوام کے ساتھ اظہار یکجہتی کا بین الاقوامی دن“ کے موقع پر کہا کہ ”اقوام متحدہ فلسطینیوں کے تئیں اپنے عزائم سے پیچھے نہیں ہٹے گا، انہوں نے کہا کہ آیئے ہم فلسطینی عوام کے حقوق کو دلانے اور فلسطینی اور اسرائیلی لوگوں کے لئے مساوات، امن، انصاف، سلامتی اور پروقار مستقبل بنانے کیلئے اپنی وابستگی کی تصدیق کریں۔“ قابل ذکر ہے کہ ہر سال ۲۹/ نومبر کو ”فلسطینی عوام کے ساتھ اظہار یکجہتی کا بین الاقوامی دن“ منایا جاتا ہے۔(یو این آئی)

یوروپی یونین کی جانب سے افغانستان کیلئے ۵۳۵/ملین ڈالر پیکیج کا اعلان

جنیوا میں اقوام متحدہ کے زیر سرپرستی ہونے والی افغانستان کانفرنس یوروپی یونین نے جنگ زدہ افغانستان کی بحالی کے لیے ۵۳۵/ملین ڈالر کی امدادی رقم کی منظوری دی ہے۔اس دو روزہ کانفرنس میں جرمنی، روس اور ایران سمیت دیگر ممالک کے اعلیٰ حکام اور سفارت کار شریک ہیں۔کانفرنس میں یوروپی یونین نے افغانستان میں قیام امن اور استحکام، تباہ حال شہروں کی بحالی، خدمت عامہ اور صحت و تعلیم کے شعبوں میں اصلاحات اور جمہوری عمل کو جاری رکھنے کے لیے مجموعی طور پر ۵۳۵/ملین ڈالر کے امدادی پیکیج پر دستخط کیے ہیں۔(یو این آئی)

عالمی سطح پر مضر غذا بن رہی ہے موت کی بڑی وجہ

عالمی سطح پر ہر پانچ میں سے ایک انسان کی موت کی وجہ غذا کی کمی یا مضر غذا کا استعمال ہے۔خوراک سے متعلق عالمی ماہرین کی تازہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ غذا میں غذائیت کم ہونا انسانی صحت پر غیر معمولی اثرات کا باعث بن رہی ہے۔عالمی رپورٹ برائے غذائیت کے مطابق دنیا بھر میں کم غذائیت کا شکار صرف خوراک کی کمی کا سامنا کرنے والے افراد ہی نہیں بلکہ وہ بھی ہیں، جن کے پاس غذا تو وافر مقدار میں موجود ہے، مگر وہ ان کے لیے مضر ثابت ہو رہی ہے۔آزادانہ طور پر مرتب کردہ اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ افریقہ غذائیت کی کمی کے حامل خطوں میں سب سے آگے ہے۔اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ خوراک کے صحت پر اثرات فضائی آلودگی حتیٰ کہ تمباکو نوشی سے بھی زیادہ ہیں۔یہ رپورٹ ۲۹/نومبر کو تھائی لینڈ کے دارالحکومت بنکاک میں عالمی فوڈ کانفرنس میں پیش کی گئی۔اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ غذا میں غذائیت کی کمی کی وجہ سے عالمی برادری کو ساڑھے تین ٹریلین ڈالرز سالانہ کا بوجھ اٹھانا پڑ رہا ہے۔اس رپورٹ کے مطابق موٹاپے اور زیادہ وزن کی وجہ سے یہ بوجھ پانچ سو ارب کے برابر ہے۔رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ بچوں کی اموات میں قریب پینتالیس فیصد کی ذمہ داری خوراک میں غذائیت کی کمی سے جڑی ہے جب کہ پانچ برس سے کم عمر کے قریب سولہ ملین بچے غذا کی شدید قلت کا شکار ہیں۔اس رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ موٹاپا یا زیادہ وزن تمام اموات میں قریب سات فیصد کا ذمہ دار ہے۔(ڈوئچے ویلے)

افریقہ میں خشک سالی سے ابتر صورت حال

افریقہ کو اس دہائی کے بدترین غذائی بحران کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ وہاں ۱۴/ملین انسان خطرے میں ہیں۔ سب سے زیادہ ابتر صورت حال ایتھوپیا کی ہے۔ایتھوپیا کے باشندوں کی اکثریت کھیتی باڑی اور مویشیوں کو پال کر اپنا گزر بسر کرتی ہے۔عفار کے علاقے سے تعلق رکھنے والے ایک کسان کا کہنا ہے، ”بارش کی آخری بوندیں میں نے گزشتہ رمضان میں دیکھی تھیں، خشک سالی اور بھوک ۱۹۸۴ء کی یاد دلاتی ہے، تب ایتھوپیا میں غذائی قلت قریب ایک ملین انسانوں کی ہلاکت کی سبب بنی تھی، اب یہ ملک ایک بار پھر سے بھوک کے بحران کا شکار ہے۔حکومتی ذرائع کے مطابق چار لاکھ کم سن لڑکے اور لڑکیاں کم خوراکی کا شکار ہیں اور انہیں فوری طبی امداد کی ضرورت ہے، ایک دوسرے افریقی ملک زمبابوے میں بھی فصلوں کی ابتر حالت ہے، دارالحکومت ہرارے کے کھیت بُھٹے کی لہلاتی فصل کی بجائے جھاڑ جنگل کا مسکن بنی ہوئی ہیں۔اس کا باعث تھوڑے وقفے سے وہاں آنے والا موسمی سائیکل ہے جسے النینو کہا جاتا ہے۔(ڈوئچے ویلے)

بزنس روزگار و کیریئر

ٹی ای ٹی ۲۰۱۶ء کا ریزلٹ دوبارہ جاری ہوگا

پرائمری اساتذہ کی تقرری کے لیے منعقد ٹیچر اہلیتی ٹیسٹ (ٹی ای ٹی) ۲۰۱۶ء کا ریزلٹ اب دوبارہ جاری کیا جائے گا۔ریزلٹ میں سبھی خامی سے بھرے سوالات کے بدلے میں یکساں نمبر دیے جائیں گے، اس سے زیادہ امیدواروں کو فائدہ ہوگا اور ریزلٹ میں پہلے کے مقابلہ میں زیادہ امیدوار کامیاب ہوسکیں گے۔(ایجنسی)

مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کا جلسۂ تقسیم اسناد ۲۲/دسمبر کو

گورنر بہار و چانسلر لال جی ٹنڈن نے مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی کے چوتھے جلسۂ تقسیم اسناد کے انعقاد کی منظوری دے دی ہے، اجلاس ۲۲/دسمبر ۲۰۱۸ء کو ۱۱/بجے دن میں یونیورسٹی صدر دفتر ۳۴/علی امام پتھ (نزد جج بھون پٹنہ) میں ہوگا۔یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر خالد مرزا نے کہا ہے کہ یونیورسٹی نے اپنے تعلیمی و امتحانی کیلنڈر کو اسٹریم لائن کرنے کا جو ہدف مقرر کیا تھا اسے بحمد اللہ پورا کر لیا ہے، اور حسب روایت عظیم مجاہد آزادی مولانا مظہر الحق کے یوم پیدائش کے موقع پر ۲۲/دسمبر کو اجلاس تقسیم اسناد کا انعقاد ہوگا۔جس کی صدارت عزت مآب گورنر بہار و چانسلر یونیورسٹیز لال جی ٹنڈن کریں گے۔یونیورسٹی کے تحت پوسٹ گریجویٹ کورسز مثلاً فاضل، ایم اے اور ایم بی اے سیشن ۲۰۱۴۔۲۰۱۶، ۲۰۱۵۔۲۰۱۷ اور ۲۰۱۶۔۲۰۱۸ کے کامیاب طلبہ و طالبات کو اسناد اور اول مقام حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کو گولڈ میڈل تفویض کیے جائیں گے، انڈر گریجویٹ کورسز مثلاً عالم، بی بی اے، بی سی اے، بی جے ایم سی سیشن ۲۰۱۳۔۲۰۱۶، ۲۰۱۴۔۲۰۱۷، ۲۰۱۵۔۲۰۱۸ اور لائبریری سائنس سیشن ۲۰۱۵۔۲۰۱۶، ۲۰۱۶۔۲۰۱۷، ۲۰۱۷۔۲۰۱۸ اور بی ایڈ سیشن ۲۰۱۵۔۲۰۱۷، ۲۰۱۶۔۲۰۱۸ میں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کو بھی اسناد تقسیم کیے جائیں گے۔کامیاب طلبہ و طالبات اپنی اسناد حاصل کرنے کے لیے کسی بھی نیشنلائزڈ بینک کے ذریعہ رجسٹرار مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی پٹنہ کے نام سات سو روپے کے ڈیمانڈ ڈرافٹ جو پٹنہ میں قابل ادا ہو کے ساتھ اپنی درخواستیں یونیورسٹی کے دفتر میں مورخہ ۱۰/دسمبر ۲۰۱۸ء تک جمع کر سکتے ہیں۔اس سلسلہ میں یونیورسٹی کے ذریعہ جاری کردہ نوٹیفکیشن یونیورسٹی کے ویب سائٹ www.mmhapu.bih.nic.in پر دستیاب ہے۔(پریس ریلیز)

۲۵/سال کی عمر سے زیادہ کے امیدوار بھی بھر سکتے ہیں NEET-2019 کا فارم

سپریم کورٹ نے جمعرات کو اپنے ایک فیصلے میں نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی کو حکم دیا ہے کہ ۲۵/سال سے زیادہ عمر کے امیدواروں کو بھی میڈیکل انٹرنس ٹسٹ NEET-2019 کے لیے فارم بھرنے اور امتحان میں شامل ہونے کی اجازت دے اور اس کے لیے درخواست دینے کی آخری تاریخ ۳۰/نومبر ۲۰۱۸ء کے بعد ایک ہفتے اور بڑھائی جائے۔ایسے امیدواروں کو کامیاب ہونے پر میڈیکل میں داخلہ کورٹ کے آخری فیصلے کی بنیاد پر ملے گا۔واضح ہو کہ میڈیکل میں داخلے کے لیے زیادہ سے زیادہ عمر کی حد طے کرنے کے معاملہ میں سپریم کورٹ میں مقدمہ معلق ہے، NEET-2019 کا امتحان ۵/مئی ۲۰۱۹ء کو متوقع ہے۔مزید تفصیلات کے لیے نیٹ کی ویب سائٹ http://ntaneet.nic.in پر لاگ ان کریں۔

نوودے ودیالیہ نے آن لائن درخواست کی آخری تاریخ آگے بڑھائی

نوودے ودیالیہ سمیتی نے جواہر نوودے ودیالیہ کے درجہ ششم میں داخلہ کے لیے آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ بڑھا کر ۱۵/دسمبر ۲۰۱۸ء کردی ہے، مزید تفصیلات www.navodaya.gov.in پر دیکھیں۔

بغیر سبسڈی والا گیس سلنڈر ۱۳۳/روپئے، سبسڈی والا ۶ء۵۲/روپئے سستا

تیل مارکٹنگ کمپنیوں نے سات مہینے میں پہلی بار رسوئی گیس سلینڈر کی قیمتوں میں کمی کی ہے۔ ملک کی سب سے بڑی تیل مارکیٹنگ کمپنی انڈین آئل کارپوریشن نے بتایا کہ یکم دسمبر سے دہلی میں بغیر سبسڈی والا 14.2 کلوگرام کا رسوئی گیس سلینڈر 133 روپے سستا ملے گا۔اس لئے اب گاہک کو 809.50 روپے دینا ہوگا۔ ابھی تک اس کی قیمت 942.50 روپے تھی۔اسی طرح سبسڈی والے رسوئی گیس سلینڈر کی قیمت 507.42 روپے سے کم کرکے 500.90 روپے کی گئی ہے۔اس طرح صارفین کو فی سلینڈر میں 6.52 روپے کی راحت ملے گی۔اس سال مئی کے بعد یہ پہلا موقع ہے جب رسوئی گیس کی قیمتوں میں کمی کی گئی ہے۔اس درمیان سات بار قیمتوں میں اضافہ بھی کیا گیا ہے۔نومبر میں دو مرتبہ رسوئی گیس سلینڈر کی قیمت بڑھائی گئی تھی۔انڈین آئل نے بتایا کہ بین الاقوامی مارکیٹ میں خام تیل کی قیمتوں میں کمی اور ڈالر کے مقابلے روپے کے مضبوط ہونے سے قیمتوں میں کمی کی گئی ہے۔(یو این آئی)

انل امبانی کو سپریم کورٹ سے جھٹکا، ۱۴/ارب روپے کی گارنٹی ادا کرنے کا حکم

سپریم کورٹ نے انل امبانی کی کمپنی ریلائنس کمیونی کیشن کو جھٹکا دیتے ہوئے ۲/دنوں کے اندر ۱۴/ارب روپے کی کارپوریٹ گارنٹی ادا کرنے کا حکم دیا ہے، ان کی کمپنی کو اس کے بعد ہی ”این او سی“ فراہم ہوسکے گی۔ عدالت نے کہا کہ کارپوریٹ گارنٹی جمع کرنے کے بعد ہی ریلائنس کمیونی کیشن کو اسپیکٹرم کی فروختگی کے لئے این او سی فراہم ہو سکے گی۔کارپوریٹ گارنٹی ادا کرنے کے بعد آر کام اپنے حصہ کا اسپیکٹرم جیو انفوکام کو بیچ سکے گی۔دراصل جیو انفوکام لمیٹڈ کو آر کام اپنا اسپیکٹرم بیچنا چاہتی ہے۔کمپنی کو اس کے لئے حکومت سے این او سی لینا تھا جس کے عوض میں مرکز نے آر کام سے گارنٹی دینے کو کہا تھا۔لیکن مرکزی حکومت کے فیصلہ کے خلاف کمپنی ٹریبونل چلی گئی تھی جہاں اس کے حق میں فیصلہ آیا تھا۔جس کے بعد کمپنی کے خلاف مرکزی حکومت نے سپریم کورٹ میں عرضی دائر کی تھی، جس پر فیصلہ سناتے ہوئے سپریم کورٹ نے کمپنی کو کارپوریٹ گارنٹی ادا کرنے کا فیصلہ سنایا ہے۔(قومی آواز)

طب و سائنس

موبائل فون کے استعمال کے مضر اثرات

حکیم نازش احتشام اعظمی

معصوم بچے موبائل فون اور ٹیبلٹ استعمال کرتے دکھائی دیتے ہیں، لیکن ماہرینِ نفسیات کا کہنا ہے کہ بچوں میں موبائل فون کے استعمال کی صحیح عمر کا تعین کرنا خود ان کے لیے بہت ضروری ہے۔ بچوں کی نفسیات کے ایک ماہر کا اس بارے میں کہنا ہے کہ بہت چھوٹی عمر میں موبائل اور ٹیبلٹ کا استعمال بچوں کی نشو ونما پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے اور وہ بہت سی ایسی جسمانی اور ذہنی سرگرمیوں میں ٹھیک سے حصہ نہیں لے پاتے جو زندگی کے اس موقعے پر اُن کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ ان میں تعلیم و تدریس سے لے کر کھیل کود تک متعدد سرگرمیاں شامل ہیں، جنہیں بچوں کی صحت اور سیکھنے کی صلاحیت بہتر بنانے کے لیے ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ ایک ماہرِ نفسیات خاتون سائنسداں کہتی ہیں کہ میرے نزدیک بچوں کے لیے موبائل فون اور ٹیبلٹ کا استعمال شروع کرنے کی صحیح عمر 14 سال ہے، لیکن اس کا انحصار بچوں کے طرزِ عمل اور مختلف چیزوں میں دلچسپی سے ہے۔ یہ عمر کا وہ حصہ ہوتا ہے جب بچے بلوغت میں داخل ہو رہے ہوتے ہیں اور فطری طور پر اپنے لیے زیادہ آزادی کا تقاضا کرتے ہیں۔ اس بات کا اظہار وہ اپنے رویے اور عادات میں تبدیلیوں کے ذریعے کرتے ہیں۔ لہذا بچوں کے ہاتھوں میں موبائل دینے سے قبل والدین کو لازمی احتیاط کے سلسلے میں معلومات ضرور حاصل کرنی چاہئے۔ فون کا مسلسل استعمال یوں تو ہر عمر کے افراد کے لیے خطرے کا باعث ہوتا ہے۔ مگر بچوں پر اس کے انتہائی مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

ماہرین نے تحقیق سے نتیجہ اخذ کیا کہ مسلسل فون پر نظر رکھنے سے بچوں کی آنکھیں اندر کی طرف مڑنے لگتی ہیں اور بالآخر وہ بھینگے پن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ صارفین کو مسلسل 30 منٹ سے زیادہ موبائل فون کی سکرین پر نہیں دیکھنا چاہیے۔ موبائل فون کو جہاں ایک نعمت سمجھا جاتا ہے، وہیں اس کے بہت سے نقصانات بھی ہیں اور یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ بچوں اور عام لوگوں میں بھی موبائل کا زیادہ استعمال بے شمار نقصانات سے دوچار کر دیتا ہے۔ ہاں یہ بات بھی درست ہے کہ موبائل وقت کے ساتھ ساتھ ضرورت بنتا جا رہا ہے مگر اتنا بھی نہیں کہ ہم 14 یا 15 سال کی عمر کے بچوں کو موبائل فون دینا شروع کر دیں۔

تازہ سائنسی خبروں کے مطابق یونیورسٹی آف ایلبنی اور یونیورسٹی پٹسبرگ کے کینسر کے شعبے کے سربراہوں نے امریکی ایوان نمائندگان کی قائم کمیٹی کو موبائل فون کے نقصانات سے آگاہ کیا ہے اور تجویز دی ہے کہ جس طرح سگریٹ نوشوں کو سگریٹ نوشی کے نقصانات سے خبردار کیا جاتا ہے، اسی طرح موبائل فون کے استعمال کرنے والوں کو بھی اس کے مضر اثرات سے خبردار کیا جانا چاہیے۔

موبائل فون کا استعمال سب سے پہلے ناروے اور سویڈن میں شروع ہوا۔ ان ممالک کی تحقیق کے مطابق موبائل فون سے نکلنے والی شعاؤں کا انسان کی صحت سے رشتہ ضرور ہے۔ سویڈن میں 2008 میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق موبائل کے کثرت استعمال سے کانوں کے قریب کینسر کے پھوڑے بننے کے امکانات کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔ اسی طرح رائل سوسائٹی آف لندن نے ایک پیپر شائع کیا ہے، جس کے مطابق وہ بچے جو بیس سال کی عمر سے پہلے موبائل فون کا استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں ان میں انتیس سال کی عمر میں دماغ کے کینسر کے امکانات ان لوگوں سے پانچ گنا بڑھ جاتے ہیں، جنہوں نے موبائل کا استعمال بچپن میں نہیں کیا۔

اسمارٹ فون کی اسکرین سے چمکدار نیلی روشنی خارج ہوتی ہے تا کہ آپ انہیں سورج کی تیز روشنی میں بھی دیکھ سکیں۔ مگر رات میں یہ روشنی دماغ کو الجھن میں ڈال دیتی ہے کیونکہ یہ سورج جیسی چمک کی نقل ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں دماغ ایک ہارمون میلاٹونین کو بنانا چھوڑ دیتا ہے جو ہمارے جسم کو سونے کے وقت کے بارے میں آگاہ کرتا ہے، اس طرح اسمارٹ فون کی روشنی نیند کے چکر میں مداخلت کرتی ہے اور سونا مشکل تر ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں سنگین طبی مسائل کا سامنا ہو سکتا ہے جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔ نیچر نیورو سائنسز، ہارورڈ یونیورسٹی اور دیگر جامعات و اداروں کی طبی تحقیقی رپورٹس کے مطابق اسمارٹ فونز سے خارج ہونے والی روشنی نیند کے شیڈول میں تبدیلی کا باعث بنتی ہے جس سے اگلے دن کی یاداشت پر اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ اسمارٹ فونز کی روشنی کے باعث ایک رات کی نیند خراب ہونے سے اگلے دن طالبعلموں کے لیے اپنے اسباق یاد رکھنا مشکل ہو جاتا ہے، جبکہ طویل المیعاد بنیادوں پر نیند پوری نہ ہونے سے اچھی نیند کا حصول لگ بھگ ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کچھ شواہد یہ بھی سامنے آئے ہیں کہ یہ روشنی پردہ چشم کو نقصان پہنچا کر بینائی کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے، جبکہ اس حوالے سے تحقیق کی جا رہی ہے کہ یہ روشنی کہیں آنکھوں میں موتیے کا سبب تو نہیں بنتی۔ مختلف طبی تحقیقی رپورٹس میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ اسمارٹ فونز کی روشنی خارج ہونے سے اگر میلاٹونین کی مقدار متاثر ہو تو نہ صرف ڈپریشن بلکہ موٹاپے کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح رات کو اسمارٹ فون کی روشنی اور نیند متاثر ہونے سے مثانے کے کینسر میں مبتلا ہونے کے خطرے کا تعلق سامنے آیا ہے۔ موبائل فونز کے استعمال کا سب سے بڑا نقصان جسمانی بیماریوں میں اضافہ ہے۔ اس حوالے سے ماہرین طب بھی گاہے بگاہے مختلف مشورے دیتے ہیں اور خطرات سے آگاہ کرتے آ رہے ہیں۔ اگر ڈاکٹرز کے مشوروں پر عمل کیا جائے تو موبائل فونز کے بے جا استعمال کی وجہ سے ذہنی دباؤ، پریشانی، دل کی بیماریوں، سر درد، نظر کی کمزوری اور دوسری پوشیدہ بیماریاں سر نہ اٹھائیں۔

موبائل فون کے حوالے سے اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں کہ جن کو شمار کرنا ابھی باقی ہے۔ مگر یہ نقصانات ہیں جو کہ ہم معاشرے میں دیکھ اور جھیل رہے ہیں، اس سلسلے میں سب سے اہم ذمہ داری والدین کی ہے کہ وہ بچوں کو موبائل لے کر دینے سے پہلے اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ آیا ان کے بچے کو موبائل کی ضرورت ہے بھی یا نہیں۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

بابری مسجد کا فیصلہ سپریم کورٹ میں شواہد کی بنیاد پر ہوگا

دستبرداری اور گفت وشنید کی گنجائش نہیں: حضرت امیر شریعت مدظلہ

شیوسینا کے ذریعہ اجودھیا میں ہونے والی دھرم سبھا اور وہاں پیدا ہوئے تازہ حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے جنرل سکریٹری و امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم نے مسلمانان ہند کو حوصلہ افزا پیغام دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان ایمان کی طاقت کے ساتھ زندہ رہیں، کسی خوف و ہراس میں پڑنا کمزوری کی بات ہے۔ ہم کسی کمزوری میں مبتلا نہ ہوں، حالات یقیناً سخت ہیں، اور فرقہ پرست طاقتوں کی کوششیں بالکل کھلی ہوئی ہیں، وہ نہ عدالت کو ماننے کے لیے تیار ہیں نہ انصاف کی بات سننے کے لیے تیار ہیں، اور ہٹ دھرمی پر اترے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم سبھوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ساری طاقتوں سے بہت بلند اللہ تعالیٰ کی طاقت ہے ہم اللہ سے رجوع ہوں اور اللہ سے دین پر استقامت کی دولت مانگیں، اور یہ بھی مانگیں کہ جو کچھ خوف و ہراس محسوس ہو رہا ہے وہ ہم سے دور ہو جائے اگر ہم نے اللہ سے لو لگایا تو اللہ تعالیٰ بگڑے حال کو بہت آسانی سے بدل سکتا ہے۔ بابری مسجد کے تعلق سے انہوں نے کہا کہ مسجد سے دست بردار ہونے کی جہاں تک جو بات ہے وہ بالکل غلط ہے اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ مسلمان کس کس مسجد سے دستبردار ہوں گے۔ وہاں فرقہ پرستوں کے پاس ایک لمبی چوڑی فہرست موجود ہے اور یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اگر مسلمان ایک مسجد سے دستبردار ہو جائے تو دوسری مسجدوں کے لیے لوگ کھڑے نہیں ہوں گے۔ اس لیے یکسوئی کے ساتھ ہم پابند رہیں کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کو مانیں گے اور اس سلسلے میں گفت وشنید کے جتنے مرحلے ہیں وہ گزر چکے ہیں فرقہ پرست طاقتوں کا یہ مطالبہ ہے کہ وہاں پر جگہ خالی کر دی جائے مندر بنانے کے لیے تو ایک مسجد کی زمین مندر بنانے کے لیے حوالے کرنا بہت غلط نقطہ نظر ہے، اسی لیے مسلم پرسنل لا بورڈ نے مقدمہ میں پیروی کی ہے اور اس کی کوشش ہے کہ حقیت اور ملکیت کا یہ معاملہ کاغذات اور شواہد کی بنیاد پر طے کیا جائے اگر فیصلہ مسجد کے خلاف آتا ہے تو پھر مسلمان مجبور ہوگا لیکن اسے اللہ کے سامنے جواب دہی میں آسانی ہوگی کہ اس نے مسجد کی جگہ مندر کے لیے نہیں دی ہے بلکہ ملک اور آئین کے فریم میں رہتے ہوئے کوشش کی کہ حق و انصاف ہماری طرف ہے ہم سپریم کورسٹ سے فیصلہ حاصل کریں اس کے سوا مسلمانوں کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔

انتقال پر ملال

انتہائی افسوس کے ساتھ اطلاع دی جا رہی ہے کہ امارت شرعیہ کے قاضی شریعت ضلع دھنباد کی والدہ ۲۵؍نومبر ۲۰۱۸ء کو انتقال کر گئیں، ان کی عمر پینسٹھ سال سے زائد تھی، سانس اور تنفس کا عارضہ تھا، علاج کے بعد ٹھیک ہو گئی تھیں کہ اچانک بلاوا آ گیا، مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند، نیک دل خاتون تھیں، عزیز و اقرباء کا خاص خیال رکھتیں، انہوں نے اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا، ادارہ قاضی صاحب کے غم میں شریک ہے، مرحومہ کے لئے دعاء مغفرت اور پس ماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

معروف ماہر تعلیم، انجمن ترقی اردو کے ضلعی صدر و سنٹرل پبلک اسکول مظفر پور کے بانی و ڈائرکٹر، الکریم ایجوکیشنل ٹرسٹ کے اساسی رکن ڈاکٹر مناظر الدین کا ۲۹؍نومبر ۲۰۱۸ء کو ممبئی کے کوکیلا بین دھیرو بھائی امبانی اسپتال میں طویل علالت کے بعد انتقال ہو گیا جہاں وہ کئی مہینے سے زیر علاج تھے، انا للہ وانا الیہ راجعون، وہ ۶۲؍برس کے تھے، ان کے پسماندگان میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، ان کی والدہ حیات سے ہیں۔ ان کی نماز جنازہ ان کے آبائی گاؤں تیندا ضلع ویشالی میں ہزاروں سوگواروں کے بیچ ادا کی گئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ ڈاکٹر مناظر الدین صاحب بہار یونیورسٹی کے جگن ناتھ مشرا کالج میں ریاضی کے پروفیسر تھے، ساتھ بہار یونیورسٹی میں سینیٹ کے ممبر بھی تھے۔ تعلیم و تدریس کے علاوہ سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے نہایت ہی خلیق و ملنسار اور علاقے کی ہر دلعزیز شخصیت تھے، ان کے انتقال سے علمی حلقوں میں بڑا خسارہ ہوا ہے۔ ان کے انتقال پر ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی، مدیر نقیب مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کے علاوہ امارت شرعیہ کے دیگر ذمہ داران نے اظہار تعزیت کیا ہے اور مرحوم کے لیے مغفرت و بلندی درجات اور پسماندگان کے لیے صبر و ثبات کی دعا کی ہے، قارئین نقیب سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ بہار کے اجلاس میں کثیر تعداد میں ارباب مدارس کی شرکت

تعلیم و تربیت اور اسلام کا دفاع ہمارا کام ہے، ہم سب انبیاء کے وارث ہیں، باہم مربوط ہو کر مشورہ سے کام کریں۔ ان خیالات کا اظہار جمعرات کو جامعہ مدنیہ سبل پور میں رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ بہار کی مجلس عمومی سے خطاب کرتے ہوئے دار العلوم دیوبند کے استاذ حدیث و جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری نے کیا۔ انہوں نے فتنۂ شکیلیت اور تحفظ ختم نبوت کی طرف بھی توجہ دلائی۔ اس اجلاس سے کل ہند رابطہ مدارس اسلامیہ کے ناظم اور دار العلوم دیوبند کے استاذ ادب و تفسیر مولانا شوکت بستوی نے بھی خطاب کیا اور مدارس و مکاتب کے نظام تعلیم و تربیت میں شفافیت لانے پر زور دیا۔ رابطہ مدارس اسلامیہ بہات کے صدر و جامعہ مدنیہ کے بانی و مہتمم اور اجلاس کے صدر مولانا محمد قاسم صاحب نے اپنے خطاب میں تعلیم و تربیت کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دلائی۔ اجلاس میں رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ سے مربوط مدارس کے نمائندگان کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اس موقع سے جامعہ مدنیہ کے شعبۂ دینیات کے لیے ایک مسجد کا سنگ بنیاد بھی رکھا گیا۔

بقیات

بقیہ منیر احمد سہرساوی

مگر تقدیر کی مجبوری دیکھئے کہ تدبیر کوئی کام نہ آئی اور اس دنیائے رنگ وبو کو خیر باد کہہ دیا۔ انتقال سے چند گھنٹے قبل پٹنہ کے روائل نرسنگ ہوم عیادت کے لئے گیا، اس وقت آئی سی یو میں تھے، اجازت لے کر اندر داخل ہوا، دیکھنے کے بعد ہی اندازہ ہوگیا تھا کہ اب یہ چراغ زیادہ دیر تک جلنے والا نہیں ہے، کف افسوس کرتا ہوں جوں ہی باہر نکلا کہ اس حادثہ کی خبر ملی، اسپتال میں ان کے صاحبزادے محمد عادل، بہنوئی جناب ابرار احمد صاحب، نیز جناب فخر عالم محمد آصف عرف لڈو، جناب حسنین صاحب اور خاندان کے دوسرے اصحاب ومحبین موجود تھے، ہم لوگ میت کو اسی وقت ان کی رہائش گاہ ملت کالونی سیکٹر ۳ پٹنہ لے کر آگئے، سانحہ کی اطلاع پاکر مرحوم کے برادران اور خویش واقارب کثیر تعداد میں پہونچ گئے، رات کافی گذر چکی تھی اس لئے دوسرے دن پہلی نماز جنازہ بعد نماز فجر ادا کی گئی، پھر ان کے جسد خاکی کو ان کے آبائی وطن مجہول سہرسہ لے جایا گیا، امارت شرعیہ کے مولانا بدر انیس قاسمی نیز صاحب خانہ ساتھ گئے، وہاں دوسری نماز جنازہ عصر کے وقت پڑھی گئی، جہاں بڑی تعداد میں گاؤں کے سرکردہ لوگوں نے شرکت کی، پھر مخلصوں کی دعاء نیم شبی کے درمیان وہاں کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا، مرحوم اب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، مگر ان کی محبت وشفقت سے ہمارے دل ہمیشہ لبریز رہیں گے، بھائی منیر عالم ایک دیندار گھرانے میں غالباً ۱۹۵۴ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی دینیات کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھاگلپور یونیورسٹی سے بی ایس سی کی تعلیم مکمل کی، پھر ۱۹۷۸ میں سرکاری ملازمت سے وابستہ ہوگئے، والدین کی طرح ان کے بڑے بھائی جناب نور عالم نیتاجی اور نور احمد کا سایہ شفقت بھی تھا اس لئے ترقی کے منازل طے کرتے رہے، یہاں تک کہ پٹنہ سکریٹریٹ کے شعبہ مالیات تک جا پہونچے اور یہیں سے ۲۰۱۴ء میں ریٹائرڈ بھی ہوئے، انہوں نے ملازمت کے زمانے میں ہی عصری تعلیم کے فروغ کے لئے مون اکیڈمی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کی بنا پر علاقہ میں انہوں نے بڑی شہرت ونا موری حاصل کی اور کہنا چاہئے کہ اس تعلیمی درسگاہ سے کالونی میں ان کی ایک شناخت وپہچان بن گئی، ادارہ نے ترقی کی، بچے اور بچیوں نے خوب استفادہ کیا، مگر افسوس ہے کہ چند سال قبل بعض ایسے نامساعد حالات پیدا ہوگئے کہ مون اکیڈمی بند ہوگئی۔ مرحوم سے میرے تعلقات گوناگوں نوعیت کے تھے، تعلیم یافتہ شخص کی حیثیت سے بھی اور خاندانی روابط کی بنیاد پر بھی، ان کی شادی میرے مولد ومسکن موضع جمالپور دربھنگہ کے جناب حافظ عابد حسین صاحب کی منجھلی صاحبزادی فرحانہ خاتون سے ہوئی تھی، جن سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا تولد ہوا، موصوفہ رشتہ میں میری اور اہلیہ کی ہمشیرہ ہوتی ہیں، اس نسبت سے ہم لوگوں کا گھریلو تعلق بھی تھا، اس لئے دکھ درد میں ہم لوگ سب شریک وسہیم ہوا کرتے تھے، بھائی منیر عالم ریٹائر ہوئے تو ان کا دینی وعلمی کتابوں کے مطالعہ کا شغف بڑھ گیا، جو کچھ پڑھتے تھے مجھ سے استصواب رائے بھی کرلیا کرتے تھے، ویسے انہیں علماء اور اہل دین سے بھی ایک خاص نسبت تھی، امارت شرعیہ اور یہاں کے اکابر کے بڑے قدردانوں میں تھے، بسا اوقات یہاں کے علماء کی ضیافت وخاطر مدارت کرکے خوشی محسوس کرتے تھے، ایسے بھی ان کا دسترخوان کافی کشادہ تھا، ان کے کھانے پینے کا ذوق بھی اعلیٰ اور معیاری ہوا کرتا تھا اہلیہ سے انواع واقسام کے کھانے بنوایا کرتے تھے، خود بھی تناول کرتے اور عزیزوں دوستوں اور خویش واقارب کو بھی شکم سیر کرتے ان کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ اظہار رائے میں نہ کوئی رورعایت کرتے اور نہ کسی کی خوشی یا ناخوشی کی پرواہ کرتے حق وانصاف کی بات صاف صاف روبرو کہہ دیا کرتے تھے، یقین مانئے کہ وہ بڑے وضعدار اور رکھ رکھاؤ والے انسان تھے، دوستوں کی محفل میں میر مجلس ہوا کرتے تھے اور اپنی شرافت ومروت کا چھاپ چھوڑ جاتے، گرچہ ملی اور قومی سرگرمیوں سے انہیں نہ زیادہ دلچسپی تھی اور نہ وہ ان میں کوئی عملی حصہ لیتے تھے، تاہم مفید اور نیک کاموں میں تعاون سے دریغ نہ کرتے تھے ایسی خوبیوں والے لوگ آہستہ آہستہ اٹھتے چلے جارہے ہیں، دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی آغوش رحمت میں لے کر کروٹ کروٹ جنت نعیم عطا فرمائے اور پسماندگان ومحبین کو صبر وثبات کی توفیق بخشے۔ **(رضوان احمد ندوی)**

بقیہ کتابوں کی دنیا

کتاب کی کمپوزنگ ابوالکلام عزیزی نے کی ہے، کتاب کے دوسرے صفحہ پر صفحات کی تعداد پانچ سو درج ہے جو صحیح نہیں ہے، البتہ قیمت پانچ سو روپے صحیح ہے، بہترین کاغذ وطباعت ہارڈ بائنڈنگ، ڈبل کور کے ساتھ چار سو چھپن صفحات پر مشتمل کتاب کی قیمت زیادہ نہیں ہے، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی سے چھپی اس کتاب کی بائنڈنگ مضبوط ہے، لیکن قاری کو پریشان کرتی ہے، دونوں ہاتھ سے پکڑ کر رکھیے، تبھی پڑھ سکتے ہیں، اتنی ضخیم کتاب کی بائنڈنگ جزو بندی کے ساتھ ہوتی تو قاری کھول کر پڑھتے اور مندرجات کو نوٹ کرنے کے لیے قلم کا بھی استعمال کرتے، موجودہ بائنڈنگ کے ساتھ آپ یہ کام نہیں کرسکتے، تبصرہ لکھتے وقت اس پریشانی کا سامنا مجھے کرنا پڑا، دوسروں کو بھی کرنا پڑے گا، رہ گیے مصنف تو ان کے لیے یہ زیادہ پریشان کن ہوگا کیوں کہ وہ ایک ہاتھ کے ہی آدمی ہیں، اللہ نے ان کا ایک ہاتھ لے کر دماغی قوت، تخلیقی صلاحیت اور تحقیقی بصیرت میں خاطر خواہ اضافہ کردیا ہے، کتاب قیمتاً بک امپوریم سبزی باغ پٹنہ اور خود مصنف کے پتہ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

بقیہ مولانا مناظر احسن گیلانی

آج اس تجویز کو بروئے کار لانے کی شدید ضرورت ہے، ان اسکولوں اور کالجوں کی نذر ہونے والے ہمارے مسلم طلبہ فکری ،اعتقادی اور عملی ارتداد کا شکار ہوتے جارہے ہیں اور انہیں اس کا احساس بھی نہیں ہے بلکہ اپنے کو مسلمان ہی سمجھتے رہتے ہیں اس سے بڑھ کر یہ کہ خود کو روشن خیال اور دانشور تصور کرتے ہوئے اسلام کی اساسی اور بنیادی چیزوں پر بھی انگلی اٹھانے سے نہیں چوکتے، اس طرح وہ غیروں کے آلہ کار بن کر اسلام ومسلم دشمنی میں اپنی صلاحیتوں کو صرف کرتے رہتے ہیں، اس لیے ضرورت ہے کہ ابتداء ہی سے ان کے ذہن وفکر کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی پوری کوشش کی جائے اور اس کے لیے مولانا گیلانی کی تجویز پر عمل بہت حد تک کارآمد ثابت ہوگا۔

ان سب سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا گیلانی رحمہ اللہ عصری تعلیم کی راہ سے آنے والا فکری ارتداد اور فتنوں سے خوب واقف تھے اور اس کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے انتہائی فکرمند اور بھرپور کوشاں رہتے تھے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے تدوین حدیث کی ابتداء میں تعارف کے عنوان سے جو مقدمہ تحریر فرمایا اس میں لکھتے ہیں: ”اس زمانے میں اس فرض کو ادا کرنے کے لیے جو دستہ آگے بڑھا اس کے ہراول میں ہمارے دوست، مناظر اسلام، متکلم ملت، سلطان القلم مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی (متع الله المسلمین بطول بقائه) کا نام نامی ہے جن کے قلم کی روانی، اسلام کی محافظت میں تیغ رانی کا کام دیتی ہے، وہ ہر سال اور سال کے مختلف حصوں میں اپنی تحقیقاتِ علمیہ کے بلند نمونے پیش کرتے رہتے ہیں اور خصوصاً اپنے توسیعی خطبات، اپنے تلامذہ کے امتحانی مقالات کے پردے میں علم اور دین کی ایسی خدمتیں انجام دے رہے ہیں جو سارے مسلمانوں کی تحسین اور شکریہ کی مستحق ہیں۔“ (تدوین حدیث: خ)

قلم کی بارش: مولانا گیلانی رحمہ اللہ کی تالیفات وتصنیفات مختلف علوم وفنون میں بے شمار ہیں جو ہر اعتبار سے انتہائی قیمتی اور پرمغز ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا برجستہ وبے ساختہ لکھا، قلم اٹھایا اور لکھتے چلے گئے نہ تو قلم تھکتا نہ ہی ذہن ودماغ میں مضامین کی روانی رکنے پاتی، سید صباح الدین عبدالرحمٰن لکھتے ہیں: ”قلم کی برق رفتاری اور علم کی اس صاعقہ پاشی کی مثال کم ملے گی“۔ (بزم رفتگاں: ۲۰۲) اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے یہ ساری چیزیں سوز جگر اور درد دل کے ساتھ لکھا۔

اکثر تصنیفات مولانا گیلانی کی اسی انداز کی ہیں کہ جب کوئی مسئلہ کھڑا ہوا یا اس طرح کی کوئی ضرورت پیش آئی لکھا اور خوب لکھا، علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کو ایک خط میں خود ہی لکھتے ہیں: ”لکھنے کے لیے فقیر نے اب تک کچھ نہیں لکھا ہے، جو کچھ بھی ہوجاتا ہے کوئی سر پر سوار ہوکر لکھوالیتا ہے یا اسی قسم کی کچھ مجبوریاں پیش آجاتی ہیں“ (معارف اعظم گڑھ بحوالہ مولانا سید مناظر احسن گیلانی شخصیت اور سوانح: ۴۵) چنانچہ علوم اسلامی کے موضوع پر علامہ مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کی بے شمار تصنیفات، مقالات، مضامین اور تحریریں ہیں۔ **(جاری)**

اعلان مفقود الخبری

● معاملہ نمبر ۲۳/۱۱۱/۳۹ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ) سونی خاتون بنت مسلم نداف نوام بہوارہ ڈاکخانہ پندارج تھانہ کمتول دربھنگہ۔ فریق اول۔ چھوٹو نداف بن محمد اسلام نداف مقام وڈاکخانہ وتھانہ موریا ضلع دربھنگہ۔ فریق دوم۔ اطلاع بنام فریق دوم۔ معاملہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ میں عرصہ دو سال سے لاپتہ ہونے اور نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا معاملہ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ پیشی کی تاریخ ۲۴/ربیع الآخر ۱۴۴۰ھ مطابق ۳۱/دسمبر ۲۰۱۸ء بروز سوموار کو خود مع شواہد وثبوت ۹/بجے دن دار القضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ مذکورہ تاریخ پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط قاضی شریعت

● معاملہ نمبر ۳۲/۶/۷/۳۹ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ دھرمپور سمستی پور) شبنم پروین بنت عبدالرب مقام موروا بازار تھانہ تاجپور ضلع سمستی پور۔ فریق اول۔ بنام۔ محفوظ عالم ولد محمد عالم مقام موروا بازار ڈاکخانہ وارڈ نمبر ۷ تھانہ تاجپور ضلع سمستی پور۔ فریق دوم۔ اطلاع بنام فریق دوم۔ معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ ادا نہ کرنے کی بنا پر دار القضاء امارت شرعیہ دھرمپور ضلع سمستی پور میں فسخ نکاح کا معاملہ دائر کیا ہے، اس لئے اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ سماعت ۲۴/ربیع الآخر ۴۰ھ مطابق ۳۱/دسمبر ۲۰۱۸ء بروز سوموار خود مع گواہان وثبوت ۹/بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ عدم حاضری کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کردیا جائے گا۔ فقط قاضی شریعت

● معاملہ نمبر ۶/۲۲۳/۴۰ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ بہار شریف) زیبا جسیم عرف مونا بنت محمد جسیم الدین۔ فریق اول۔ بنام۔ شاہد حسنین ولد غلام حسنین مرحوم۔ فریق دوم۔ اطلاع بنام فریق دوم۔ معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف دار القضاء بہار شریف میں تقریباً ۸/سال سے غائب ولاپتہ ہونے ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر مطالبہ فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں مورخہ ۲۴/۴/۴۰ھ مطابق ۳۱/دسمبر ۲۰۱۸ء روز سوموار کو خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ عدم حاضری کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط قاضی شریعت

● معاملہ نمبر ۵/۲۰۱۷/۴۰ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ مظفر پور) اصغری خاتون بنت زبیر احمد مقام وڈاکخانہ بنی آباد ضلع مظفر پور۔ فریق اول۔ بنام۔ دلارے ولد شاہ جہاں مرحوم مقام کانٹا پر وچھا ڈاکخانہ بنی آباد ضلع مظفر پور۔ فریق دوم۔ اطلاع بنام فریق دوم۔ معاملہ ہذا میں فریق اول سا کہ مذکورہ بالا نے دار القضاء جامع العلوم محلّہ چندوارہ مظفر پور میں آپ کے خلاف عرصہ سات سال سے غائب ولاپتہ ہونے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس لئے آپ کو اس اعلان کے ذریعہ آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آپ مورخہ ۲۴/ربیع الآخر ۴۰ھ مطابق ۳۱/دسمبر ۱۸ء روز سوموار کو خود مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں مقدمہ تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید ودینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

قانون کی بالادستی امن وامان اور ملک کی ترقی کے لیے ضروری: حضرت امیر شریعت

ملک کی اکثریت بھائی چارگی اور محبت وامن چاہتی ہے، ملک کی ترقی کے لیے یہ ضروری ہے، فرقہ پرستوں کی سازش تھی کہ اشتعال دلاکر فضا کو زہر آلود کیا جائے، لیکن امن پسند ہندو بھائیوں نے اسے ناکام بنادیا اور مسلمانوں نے بھی خاموشی اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا، اللہ کی مدد شامل حال رہی اور ناخوش گوار واقعہ نہیں ہوا، اس کا سہرا یقیناً ان دونوں طبقات کے سر بندھتا ہے، اس فلاپ شو سے یہ بھی واضح ہوا کہ ملک کی اکثریت کو عدالت پر اعتماد ہے، وہ چند لوگوں کے بہکانے اور افواہوں میں آنے والے نہیں ہیں، ان کے مزاج میں نفرت نہیں ہے، ان خیالات کا اظہار آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی نے کیا، اسی کے ساتھ انہوں نے ایک بار پھر سبھوں سے اپیل کی ہے کہ نفرت کی کھیتی کر کے سیاست کرنے والے مٹھی بھر عناصر کی کوشش کو ہمیشہ ناکام بنایا جائے، انہوں نے مزید کہا ہے کہ ہندوستان کی روح اسی کثرت میں وحدت پر ہے، ہر ذی شعور ہندوستانی جو دیش کی ترقی چاہتا ہے، کی خواہش ہے کہ محبت ورواداری کے ساتھ رہیں اور ملک کی ترقی کے حصے دار بنیں، کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے امن کی فضا ضروری ہے، فرقہ پرستوں کی کل کی ناکامی نے بتادیا ہے کہ ہر سمجھ دار ہندوستانی مہنگائی، کرپشن اور نوکری جیسے امور کے تئیں سنجیدہ ہے، اسے نفرت انگیز مہموں سے نفرت ہے، وہ بنیادی مسائل پر سوچتا ہے، ہم اپنے ہر بھائی سے اپیل کرتے ہیں کہ بھارت کی اس خوب صورتی اور رنگارنگی کو برقرار رکھیں، پیار ومحبت کے ساتھ رہ کر دیش کی ترقی میں ساتھ رہیں، قانون کی بالادستی ملک کی ترقی اور امن وامان کے لیے ضروری ہے، نظم ونسق کی درستگی کے بغیر امن اور دیش کی ترقی ممکن نہیں ہے۔ بابری مسجد معاملے پر انہوں نے کہا کہ مقدمہ سپریم کورٹ میں ہے، ہم عدالت کا احترام کرتے ہیں اور کہہ چکے ہیں کہ صرف سپریم کورٹ کا فیصلہ منظور ہوگا، دوسرے فریق کو بھی احترام کرنا چاہیے، کورٹ دباؤ میں نہیں ،ثبوتوں کی بنیاد پر زمین کی ملکیت کا فیصلہ کرے گا، اس میں ہمیں الجھنے، بھڑکنے اور اشتعال میں آنے کی ضرورت نہیں ہے، کچھ لوگ سیاسی فائدہ اٹھانے کے لیے امن وامان بگاڑنا چاہتے ہیں، ان سازشوں کو ناکام بنانا ہوگا، جنرل سکریٹری مولانا رحمانی نے مسلمانوں سے بھی اپیل کی ہے کہ ڈرنے، خوف کھانے اور ہمت ہارنے کی ضرورت نہیں ہے، حوصلے کے ساتھ رہیے، برادران وطن کے ساتھ خوش اخلاقی سے رہیے، اشتعال انگیزی کی ضرورت نہیں ہے، بڑی اکثریت نفرت نہیں چاہتی، آپ کے امن پسند بھائی آپ کے ساتھ ہیں۔ اطلاع کے مطابق شیوسینا ورکروں کی ٹرینیں بھی بھر کر نہ کرآسکیں، قبل از وقت پروگرام ختم کرنا پڑا، ذی شعور ہندوستانیوں نے سوجھ بوجھ، تحمل اور سنجیدگی کا مظاہرہ کیا، ہم اس کے لیے ایک بار پھر ان سبھوں کو مبارک باد دیتے ہیں اور شکریہ ادا کرتے ہیں اور پیار ومحبت کی فضا کو وسیع کرنے کی اپیل کرتے ہیں۔

اساتذہ مدارس کے مطالبات جائز، جلد عمل درآمد کرے حکومت: ناظم امارت شرعیہ

پھلواری شریف (۲۹/نومبر) ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے اپنے ایک اخباری بیان میں کہا ہے کہ ۲۴۵۹ زمرے کے ملحقہ مدارس کے اساتذہ کے مطالبات جائز ہیں، اور ان سبھی مطالبات کو سرکار کے ذریعہ مختلف موقعوں پر تسلیم کیا جاچکا ہے، لیکن افسران کی لاپرواہی اور حکومت کی بے توجہی سے اب تک ان پر عمل درآمد نہیں ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے ان اساتذہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور وہ درس وتدریس کو چھوڑ کر احتجاجی مظاہرہ کرنے اور دھرنے پر بیٹھنے کو مجبور ہوئے ہیں۔ ناظم صاحب نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ جلد از جلد اس پر توجہ دے اور تمام مطالبات کو تسلیم کرتے ہوئے ان پر عمل درآمد کو یقینی بنائے۔ نیز نئے مدارس کی جو بھی فائلیں محکمہ تعلیم میں عرصے سے پینڈنگ میں پڑی ہوئی ہیں، ان پر کارروائی کی جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سرکار کے ذریعہ جاری کردہ مکتوب162/ مورخہ 11-02-15 اور مکتوب نمبر 1010، 10 11 ،مورخہ 13-09-16 کے مطابق مدارس کے اساتذہ کو بھی وہی مراعات دینے کا فیصلہ لیا گیا جو اسکولوں کے نو مامور اساتذہ کو دیئے جائیں گے، لیکن اب تک اس پر عمل درآمد نہیں کیا گیا ہے۔ 15-07-1 سے اسکولوں کے اساتذہ کو باضابطہ تنخواہ دینے کا فیصلہ کردیا گیا اور مدارس کے اساتذہ کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا ہے، حکومت کا یہ دوہرا پیمانہ کسی بھی طور پر مناسب نہیں ہے، اس لیے حکومت کو جلد از جلد اس سلسلہ میں عمل درآمد کا آرڈر جاری کرنا چاہئے۔ انہوں نے اساتذہ مدارس سے بھی کہا ہے کہ وہ تعلیم وتربیت کے کاموں کو بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام دیں، اور عوامی توقعات کو پورا کریں۔

رحمانی ۳۰ کا داخلہ امتحان ۱۶/دسمبر اور ۲۳/جنوری کو

رحمانی پروگرام آف ایکسیلنس (رحمانی ۳۰) اس تعلیمی تحریک کا اظہار ہے جسے حضرت امیر شریعت وجنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ جناب مولانا محمد ولی صاحب رحمانی دامت برکاتہم نے شروع کیا تھا۔ اس تحریک کے پس منظر میں مسلم اقلیت کے درمیان اقتصادی، تعلیمی اور سماجی پستی کی وہ دل شکن تصویر ہے جسے ''سچر کمیٹی'' اور دوسری کمیٹیوں کی رپورٹس نے منظر عام پر لانے میں مدد کی۔ ۲۰۰۸ میں ''رحمانی ۳۰'' رہائشی کوچنگ سینٹر'' کو حضرت اُمیر شریعت دامت برکاتہم نے جناب ابھیانند جی (سابق ڈی۔ جی۔ پی۔ بہار) کی اکیڈمک رہنمائی میں قائم کیا تھا۔ اس تحریک اور ادارے کا مقصد اقلیتوں میں تعلیمی ایکسیلنس پیدا کرنا اور امید کی کرن جگانا ہے۔ رحمانی پروگرام آف ایکسیلنس (رحمانی ۳۰) نے نئے سیشن (۲۰۱۹۔۱۹۲۰) کے لئے اعلانیہ جاری کردیا ہے۔ رحمانی ۳۰ انٹرنس ٹیسٹ شمالی اور جنوبی زون میں ۱۶/دسمبر ۲۰۱۸ء کو اور سینٹرل زون میں ۲۳/جنوری ۲۰۱۹ء کو منعقد ہوگا۔ زون کی تفصیلات ویب سائٹس پر موجود ہے۔ اس امتحان میں مسلم مائنورٹی کے طلبہ اور طالبات دونوں حصہ لے سکیں گے، اس سال یہ انٹرنس ٹیسٹ IIT، NEET، NDA، CA، CS، اور CLAT ان تمام مقابلہ جاتی امتحان کی تیاری کیلئے ہوگا۔ رحمانی ۳۰ کے جانب سے یہ انٹرنس ٹیسٹ ملک بھر کے تقریباً ۲۱/ریاستوں کے ۱۲۲/اضلاع میں ۲۵۰/سے زائد مراکز میں منعقد ہوگا۔ امتحان سے متعلق تمام تفاصیل www.rahmanimission.org پر موجود ہے۔

رحمانی ۳۰ کے اس انٹرنس ٹیسٹ میں صرف مسلم اقلیتی سماج کے طلباء وطالبات شرکت کر سکتے ہیں جو کہ ۲۰۱۹ء کے دسویں بورڈ/اسکول کے امتحان میں شریک ہونے والے ہوں۔ اس امتحان کے سوالات نویں اور دسویں جماعت کے سی۔بی۔ایس۔ای، آئی۔سی۔ایس۔ای اور اسٹیٹ بورڈ کے درمیاں عام نصاب پر مبنی ہے۔ اور ریاضی، فزکس، کیمیسٹری، انگریزی زبان اور اسلام کے عام اصول جیسے مضامین سے ہوگا۔ اس کے علاوہ اپٹیٹیوڈ مینٹل میتھ میٹکس کے سوالات بھی شامل ہونگے۔ گذشتہ سال کی طرز پر اس سال بھی انجیرنگ، میڈیکل، این ڈی اے، کامرس، اور قانون کے امتحان کا پرچہ ایک ہی ہوگا اور تمام سبجیکٹس لازمی ہونگے۔ یہ تبدیلی اکیڈمک ٹیم کی سفارش پر کی گئی ہے جس کا ماننا ہے کہ دسوں جماعت کا مکمل نصاب طلباء کی ذہنی نشو ونما اور مشکلات کے حل کیلئے لازمی ہے۔ ان موضوعات پر اچھی گرفت طلباء کی کامیابی کی سب سے عمدہ ضامن ہے۔ حضرت اُمیر شریعت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی دامت برکاتہم نے تمام طلبہ، اساتذہ، اسکول کے ذمہ داران، اور ٹیسٹ سینٹرس کے منتظمین سے اپیل کی ہے کہ وہ رحمانی ۳۰ کے انٹرنس ٹیسٹ کو ایکسیلنس کے جانب بڑھتا ہوا ہماری مائنورٹی کا متحدہ قدم جانیں۔ انہوں فرمایا کہ اس تحریک کی اصل کامیابی ہمارے طلباء اور طالبات کی جاگتی ہوئی وہ امید ہے جو سال درسال ان کی بڑھتی ہوئی شرکت سے نظر آتی ہے الحمد للہ بچوں کے اندر امید جاگنے لگی ہے اور یہ سمجھنے لگے ہیں کہ آئی آئی ٹی، میڈیکل، اولمپیاڈ وغیرہ جیسے سخت ترین امتحانات کو عبور کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے تمام طلبہ سے اپیل کی ہے کہ وہ اس مقابلے کو تعلیمی جشن کے طور پر دیکھیں اور تعلیم ایکسیلنس پیدا کرنے کے لئے اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں۔

اطاعت امیر ایک اہم ایمانی تقاضہ

اطاعت امیر ایک اہم ایمانی تقاضہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ دینی امیر کی اطاعت کا حکم دیا ہے، اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اپنے امیر کی تابعداری نہیں کی اس نے گویا میری پیروی نہیں کی، غرض امیر شرعی کی اطاعت اور ان کی تابعداری ایک اہم ایمانی ذمہ داری کی حیثیت رکھتی ہے، بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے مسلمان خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے انہیں امارت شرعیہ کی برکت سے ایک امیر شرعی کے سایہ میں زندگی گذارنے کا موقع نصیب فرمایا ہے، اور آیت قرآنی کے تقاضہ پر عمل کی توفیق بخشی ہے، یہ ایک عظیم مذہبی نعمت ہے، اس لئے ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے امیر شریعت کی مکمل تابعداری اور ان کے احکام کی بجاآوری کے لئے عملی طور پر تیار رہے، ایک امیر کی ماتحتی میں دینی زندگی گذارنے سے اجتماعی قوت بھی حاصل ہوگی اور دینی امور کو منظم اور بہتر طور پر انجام دینا بھی آسان ہوگا، ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے نائب ناظم اور وفد کے قائد مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے رات استاجوڑا ضلع دمکا میں ایک بڑے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے کیا، انہوں نے کہا کہ امارت شرعیہ کے موجودہ امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ کی ہدایت کے مطابق یہ دعوتی قافلہ آپ کی آبادی میں آیا ہے، آپ کی دینی ذمہ داری ہے کہ آپ کے کانوں تک حضرت امیر شریعت کا جو پیغام پہونچایا جارہا ہے آپ اسے عملی طور پر اپنی زندگی اور اپنے معاشرہ میں نافذ کریں، اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالحئی صاحب استاذ دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ نے کہا کہ اس وقت اسلام او مسلمانوں کے خلاف جو فتنے برپا کئے جارہے ہیں ان کا بڑا اثر نوجوان نسلوں پر پڑرہا ہے، ضرورت ہے کہ علماء او رائمہ، والدین اور معاشرہ کے ذمہ دار حضرات نوجوانوں کی دینی واخلاقی تربیت پر توجہ دیں، جناب مولانا قمر انیس قاسمی صاحب رئیس المبلغین امارت شرعیہ نے آخرت کی فکر کی ترغیب دلاتے ہوئے نیکی کی راہ اختیار کرنے اور اپنی زندگی میں موجود خرابیوں کو دور کرنے کی تلقین کی، انہوں نے امارت شرعیہ کے خدمات کا جامع تعارف کرایا، جناب مولانا سعید اسعد قاسمی نے موجودہ حالات کے پس منظر میں دینی تعلیم کی ضرورت اور آپسی اتحاد کو مستحکم بنانے کی طرف توجہ دلائی، اس سے قبل گنیش پور، کدمہ وغیرہ میں بھی اجلاس کا انعقاد ہوا، ہر جگہ وفد کی اس آمد سے دینی بیداری کا احساس ہورہا ہے، مقامی علماء کی طرف سے بھی ہر جگہ تعاون مل رہا ہے۔

رحمانی فاؤنڈیشن مونگیر دوسرا آئی کیمپ جاری

رحمانی فاؤنڈیشن مونگیر میں رواں سال کا دوسرا مفت آئی کیمپ جاری ہے، مشہور ماہر امراض چشم ڈاکٹر سدھانشو کمار (گیا) اور ان کی ٹیم مریضوں کی آنکھوں میں لینس لگانے کا کام کررہی ہے، اس کیمپ میں ۵۰۰/مریضوں کی آنکھوں میں لینس لگانے کا ہدف ہے، اس سے پہلے کیمپ میں ۱۰۷/مریضوں کی آنکھوں میں لینس لگایا گیا تھا، اس سال پانچ اور کیمپ ہوں گے، رحمانی فاؤنڈیشن نے اس سال ڈھائی ہزار لوگوں کی آنکھوں میں لینس لگانے کا ہدف طے کیا ہے، بقیہ کیمپ اب فروری میں ہوں گے، دسمبر اور جنوری میں شدید جاڑے کی وجہ سے کیمپ منعقد نہیں ہوگا، کیمپ میں مریضوں کی آنکھوں میں مفت لینس لگایا جاتا ہے، اور انہیں دوا سے لے کر کھانے پینے اور رہنے سہنے ہر ایک کی سہولت مفت فراہم کی جاتی ہے، کیمپ میں صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، کیمپ مثالی ہوتا ہے۔ رحمانی فاؤنڈیشن مونگیر مشہور فلاحی ادارہ ہے، جو مذہب وملت کے فرق کے بغیر سماج کی خدمت میں دو دہائی سے لگا ہوا ہے، اس کے بانی مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر کی کوششوں سے اس ادارہ نے سماجی خدمات کے میدان میں اپنا نام اور مقام پیدا کیا ہے، اور ہر سطح پر عوام کی بے لوث خدمت کررہا ہے۔

Volume:56/66,Issue:47 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

جان جاتی ہے کئی بار قلم کی خاطر
وہ قلم پھینک دیں جو حوصلہ کم رکھتے ہیں
(شکیل شمسی)

ہندوستانی مسلمان غیر ملکی اسکالروں کی نگاہ میں

ڈاکٹر مشتاق احمد پرنسپل ، سی ایم کالج، دربھنگہ

حال ہی میں تین امریکی ماہرین معاشیات نے اپنے ایک طویل مقالے میں ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں کی معاشرتی، تعلیمی، سیاسی اور مذہبی زندگی کا جائزہ پیش کیا ہے۔ان لوگوں نے اپنے تحقیقی مقالے میں یہ انکشاف کیا ہے کہ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے اور جمہوریت میں ہر شہری کو یہ آزادی حاصل ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی اپنی پسند سے بسر کرے۔ جمہوریہ نظام حکومت میں ہر شہری کو مساوی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں دلت اور قبائل طبقے کے مقابلے مسلمانوں کی ترقی نہیں ہو رہی ہے۔اس تحقیقی مقالے میں یہ بھی انکشاف کیا گیا ہے کہ مسلمان آزادی کے بعد دنوں دن پسماندگی کے شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ ان امریکی اسکالروں نے اپنے تحقیقی مقالے میں یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ ذہنی تعصّبات وتحفظات برتے جاتے ہیں۔نتیجہ ہے کہ وہ ترقیاتی میدان میں آزادانہ اپنی شناخت قائم کرنے میں ناکام ہیں۔ان مقالہ نگاروں نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ ہندوستان میں جنوب کے مقابلے شمال کے مسلمان زیادہ پسماندہ ہیں۔واضح ہو کہ امریکہ کے ڈارٹ ماتھ کالج کے استاد پالنووساد ،چارلی نفکلیں اور سیم اہسر ہیں۔ عالمی بینک کے ترقیاتی آفیسر سیم اہسر نے حال ہی میں ہندوستان میں رہنے والے مسلم طبقے کی معاشرتی، معاشی، سماجی، سیاسی اور مذہبی زندگی کا جائزہ لیا ہے۔ان لوگوں نے اپنی تحقیق کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کیا وجہ ہے کہ ہندستانی مسلمان دنوں دن پسماندہ ہوتے جا رہے ہیں۔ان لوگوں کی نظر میں مسلمانوں کی پسماندگی کی سب سے بڑی وجہ سرکاری انتظامیہ میں ان کی عدم حصہ داری، فرقہ پرستی اور اجتماعی شعور کا نہ ہونا ہے۔

اس تحقیقی مقالے کے مطالعہ سے جو نکات سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اگر مسلمانوں کے اندر اجتماعی شعور پیدا نہیں ہو سکا جس کی وجہ سے وہ ترقی نہیں کر سکے ہیں۔ان لوگوں نے مسلمانوں کے تعلیمی اداروں پر بھی سوالات کھڑے کیے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ مسلم علاقے میں جو تعلیمی ادارے چل رہے ہیں وہ عصری تقاضوں کو پورا نہیں کر پا رہے ہیں۔ جو چھوٹے چھوٹے مدارس ہیں ان میں مقامی سطح پر بچے شامل ہو رہے ہیں اور انہیں محض مذہبی تعلیم تک محدود رکھا جا رہا ہے۔ جب کہ آج کی دنیا میں عصری تعلیم بالخصوص تکنیکی تعلیم کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور تکنیکی تعلیم اسی وقت ممکن ہے جب وہ علاقائی سطح سے اوپر اٹھ کر مسلم آبادی خود کو مستحکم کرے گی۔ظاہر ہے یہ تحقیق ہندوستانی مسلمانوں کے لیے چشم کشا ہے کہ تینوں ماہرین معاشیات نے جدید طریقہ کار سے مسلمانوں کی پسماندگی کا جائزہ لیا ہے اور دلت پسماندہ طبقے سے تقابلی مطالعہ کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آزادی کے بعد جمہوری نظام میں پسماندہ طبقے کو خاطر خواہ فائدہ ہوا ہے۔ بالخصوص تعلیمی شعبے میں درج فہرست ذات اور درج قبائل کو جو سہولت میسر ہیں وہ مسلم طبقہ کو نہیں ہیں۔ان لوگوں نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ چونکہ مسلمانوں کے لیے ملک کے بڑے تعلیمی اداروں میں وہ سہولت فراہم نہیں ہیں جو دلت طبقے یا قبائل کے لیے کی جا رہے ہیں۔ یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ ہندوستان میں فرقہ وارانہ نظریہ سے تعلیمی ادارے چلائے جا رہے ہیں اور ہندتوا کو مستحکم کرنے والے تعلیمی اداروں میں مسلمانوں کا داخلہ بند ہے جبکہ دلت طبقے کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ کسی بھی تعلیمی ادارے میں داخل ہو کر تعلیم حاصل کر سکیں۔ سیاسی طور پر بھی یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ دلت وقبائل کو ہندوتو کا سبق سکھایا جائے اس لئے ان تعلیمی اداروں میں جہاں مسلمانوں کا داخلہ ممنوع ہے وہاں دلت طبقہ کے بچوں کو داخلہ بہ آسانی مل جاتا ہے۔ان اسکالروں نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ چونکہ ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے مسلمان ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کر جاتے ہیں، اپنا گھر بار چھوڑ کر چلے جاتے ہیں وہ چاہ کر بھی اپنے آبائی وطن کو لوٹنا نہیں چاہتے کیونکہ انہیں اپنی زندگی کا خوف ستاتا ہے جبکہ دلت طبقے یا دوسرے طبقے کو یہ خطرہ نہیں ہے وہ پورے ملک میں کہیں بھی آبادی ہو کہ ویرانہ، آزادانہ طور پر رہ سکتے ہیں، تجارت کر سکتے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کے لیے ایسا ممکن نہیں ہے۔اس لئے مسلم طبقہ ایک خاص علاقے تک محدود ہے۔ان لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اگر واقعی مسلمانوں کو پستی سے نکالنا ہے تو انکے جان و مال کا تحفظ ضروری ہے اور تعصب سے اس کو نجات دلانا ہوگا۔ مسلم طبقے کی نئی نسل کے لئے اعلیٰ تعلیم کے ادارے قائم کرنے ہونگے، دیہی علاقے میں جو مسلمان رہتے ہیں ان کے لئے بھی عصری تعلیم گاہوں کا نظام کرنا ہوگا۔ ساتھ ہی ساتھ جب تک ان کے اندر خوف وہراس ہوگا وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جا سکتے اور اپنے لئے ترقی کی راہ ہموار نہیں کر سکتے۔ حال میں جو ہجومی تشدد کے واقعات رونما ہوئے ہیں اس سے بھی مسلمانوں کے اندر خوف وہراس پیدا ہوا ہے۔چھوٹے چھوٹے کاروبار کرنے والے بھی اب خوف کے مارے اپنے علاقے سے باہر جانا نہیں چاہتے۔ ظاہر ہے مقامی سطح پر وہ چھوٹی تجارت کے ذریعے وہ ترقی نہیں کر سکتے۔اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک میں ایسی سازگار فضا تیار کی جائے کہ مسلمانوں کے اندر جو خوف وہراس ہے اس سے وہ باہر نکل سکیں۔ اس تحقیقی مقالے میں یہ نتیجہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ اگر واقعی ہندوستان کو ایک ترقی یافتہ ملک بننا ہے تو مسلمانوں کی ترقی لازمی ہے۔ جب تک مسلمان پسماندہ ہوں گے یہ ملک ترقی نہیں کر سکتا۔

اب سوال اٹھتا ہے کہ مسلمانوں کے اندر سے خوف وہراس کس طرح دور ہوگا۔ جب تک قومی سطح پر یہ مزاج نہیں بنے گا کہ ملک کے مسلمانوں کے لئے بھی ترقی کے راستے ہموار کئے جائیں اس وقت تک مسلمان ترقی کی طرف گامزن نہیں ہو سکتے۔ان ماہرین معاشیات کی تحقیق میں جو سب سے اہم نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح دلت طبقے اور قبائلی طبقہ کو آزادی حاصل ہے کہ وہ ملک کے کسی بھی حصے میں آزادانہ طور پر تجارت کر سکتے اور رہ سکتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کے لیے بھی مواقع فراہم کئے جائیں۔ جب تک ان کے لیے ملک میں خوشگوار فضا قائم نہیں ہوگی اس وقت تک مسلمان کسی بھی شعبے میں ترقی نہیں کر سکتے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے پہلے ملکی سطح پر بھی جتنے کمیشن کی رپورٹ آئی ہیں خواہ سچر کمیٹی ہو یا رنگ ناتھ کمیشن سب میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مسلمان دلت سے بھی پسماندہ ہے۔غرض کہ اس ریسرچ میں جو نکتہ سامنے آیا ہے وہ بہت ہی اہم ہے کہ مسلمانوں کی پسماندگی کی آخر وجہ کیا ہے۔اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتوں کو اس پر غور وفکر کرنا ہوگا کہ کس طرح مسلمانوں کے لیے ملک میں خوشگوار فضا قائم ہوتا کہ مسلمان آزادنہ طور پر زندگی کے کسی بھی شعبے میں اپنی موجودگی کا احساس کرا سکے۔فرقہ پرستی کی وجہ سے سیاسی شعبے میں تو مسلمانوں کی نمائندگی دنوں دن کم ہوتی جا رہی ہے۔فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے ایک بڑے صنعتکاروں کے طور پر بھی مسلمانوں کی کوئی پہچان نہیں ہے۔اب جب کہ ملک میں ہجومی تشدد کا بول بالا ہے تب سے مسلمان چھوٹے چھوٹے کاروبار کے لیے بھی باہر نکلنے سے خوفزدہ ہیں۔ ایسی صورت میں مسلمان آخر کیا کریں۔ان کے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں کہ وہ اپنے ادارے قائم کر سکیں یا کوئی بڑا کل کارخانہ قائم کر سکیں۔

۸۰ر فیصد مسلمان روزمرہ کی زندگی کے کاروبار سے اور مزدوری سے جڑا ہوا ہے اور جب کبھی ملک میں فرقہ پرستی یا پھر ہجومی تشدد کی چنگاری شعلہ کا روپ اختیار کرتی ہے تو مسلمانوں کے اندر خوف کا ہونا لازمی اور فطری ہے۔ان غیر ملکی اسکالروں نے ہندوستانی مسلمانوں کے حقیقت حال کو جس طرح دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس کے لئے یہ تینوں قابل مبارکباد ہیں۔اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستان میں رہنے والے وہ ماہرین معاشیات جو حکومت کے مشیر کے طور پر کام کرتے ہیں انہیں بھی اس حقیقت سے واقف ہونا ہوگا کہ جب تک اس ملک کا مسلمان ترقی نہیں کرے گا اس وقت تک یہ ملک ترقی یافتہ ملک نہیں بن سکتا۔اس نظریہ سے بھی مسلمانوں کی ترقی کے لیے کوئی ٹھوس قدم اٹھانا ہوگا۔ تعلیمی شعبے میں مسلمانوں کی پسماندگی جگ ظاہر ہے اگر حکومت چاہے تو ان کے لئے عصری تعلیمی ادارے قائم کر سکتی ہے اور جس طرح دلت طبقے کو ہر طرح کی سہولت فراہم کی گئی ہے اسی طرح کی مدد مسلم طبقے کو بھی ملے تا کہ اس ملک کا مسلمان مین اسٹریم میں شامل ہو سکے اور ملک کی ترقی کیلئے وہ بھی ہم وطنوں کے ساتھ چل سکے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

ادارہ کی جانب سے ہفت روزہ نقیب پابندی کے ساتھ متعینہ تاریخوں میں ڈاک خانہ کے حوالہ کر دیا جاتا ہے، ہمیں مسلسل یہ شکایت ملتی رہتی ہے کہ شمارہ ان تک نہیں پہونچا یا کئی شمارے ایک ساتھ ملے، ایسے تمام حضرات سے ہماری گذارش ہے کہ وہ اس سلسلے کی شکایت تحریری طور پر اپنے مقامی پوسٹ آفس سے کریں، اگر پھر بھی شکایت باقی رہے تو اپنی تحریری شکایت کی نقل جس پر پوسٹ آفس کی وصولی کی مہر لگی ہو، ہمیں بھی ارسال کریں تا کہ محکمہ ڈاک کے اعلیٰ افسران کے سامنے ہم مضبوطی سے اس معاملہ کو رکھ سکیں۔ **(مینیجر نقیب)**

لائق مطالعہ

”آپ کی ادارت میں نقیب کے ہر شمارے میٹریل کے لحاظ سے لائق مطالعہ ہوتے ہیں، ظاہری حسن بھی دل کو نشاط دے جاتا ہے، اسلئے فرصت نکال کر نقیب کے بالاستیعاب مطالعہ کو اپنے شیڈول کا اہم حصہ تسلیم کرتا ہوں، صفحہ ۴ر پر یادوں کے چراغ اور کتابوں کی دنیا دونوں ہی کالم دل پذیر ہوا کرتے ہیں، ۱۵ر نومبر ۲۰۱۸ء کے شمارہ میں جمال احمد خشقو جی کے ساتھ ستم گروں نے کیا کچھ کیا، اس پر آپ کی تحریر جاندار ہے، حافظ محمد کوثر امام اشرفی کی کتاب معیار الاوقات پر آپ کے پر مغز تبصرہ نے میرے اندر مذکورہ کتاب پڑھنے کے شوق کو جگا دیا ہے، وہ کتاب مجھے فراہم کرائیں اور اس کے ہدیہ سے زیادہ پورے اشتیاق کے ساتھ مجھ سے وصول کر لیں، جزاک اللہ خیرا“۔ **صفی اختر رکن پی سی آئی، رائے سینا روڈ نمبر ۱، نئی دھلی۔**